محمد رسول اللہ

اور مکالمہ بین المذاہب

ڈاکٹر نعیم مشتاق

ادارہ فکر جدید

Marfat.com

Marfat.com

محمد رسول اللہ

اور مکالمہ بین المذاہب

ڈاکٹر نعیم مشتاق

ادارہ فکر جدید

M. 303987
DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : محمد رسول اللہ ﷺ اور مکالمہ بین المذاہب

مصنف : ڈاکٹر نعیم مشتاق

زیرِ نگرانی : صاحبزادہ محمد امانت رسول

اشاعت اول : مئی 2015ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت :

297-9921
70
۱۵۹۳۰۸

ناشر

ادارہ فکر جدید

2،3 ریس کورس روڈ، لاہور
roohebuland@hotmail.com

فون : 042-32891117
فیکس : 042-37523812
موبائل نمبر : 0300-4220263

Marfat.com

انتساب

حضرت مجذوب ولی کامل باباِ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

جن کی بارگاہ سے مقام ورسالتِ محمدی کا شعور عطا ہوا
اور اِس کتاب کے مندرجات عطا ہوئے۔

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

اِظہارِ تشکر

یہ کتاب کبھی بھی مکمل نہ ہوسکتی اگر اِس کے پیچھے چند احباب کی حوصلہ مندی اور پُرخلوص تکنیکی مدد نہ ہوتی۔ اِن میں سرفہرست محترم محمد فاروق رانا (ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ) ہیں۔ محترم محمد اکرم قادری (انچارج شعبہ خطاطی) نے اِس کتاب کے ٹائٹل اور ابتدائی اندرونی صفحات کی خطاطی کی۔ محترم محمد یامین نے کمپوزنگ اور فارمیٹنگ میں بہت محنت کی۔ محترم حافظ ظہیر اسنادی نے اپنے مفید مشوروں سے کتاب کے متن کو مزید بہتر بنانے میں مدد دی۔ محترم عبد الجبار قمر نے لائبریری کی کتب سے استفادہ کرنے میں مدد فرمائی۔ یہ سب احباب فرید مِلت ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ لاہور میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اپنی شریکِ حیات محترمہ سعدیہ کیانی اور دونوں بیٹیوں فاطمہ اور زینب کا شکرگزار ہوں کہ جن کی موضوعِ کتاب سے محبت بھی اِس کتاب کی تخلیق کا باعث بنی۔ یہ کتاب میں نے نہ صرف اسلام سے محبت کرنے والوں کے لیے لکھی ہے بلکہ اپنی دونوں بیٹیوں کے عقیدہ کی حفاظت کے لیے بھی لکھی ہے۔ اور یہ کتاب اِن شاء اللہ اُمت کی ساری بیٹیوں اور بیٹوں کے عقیدہ عشقِ رسول ﷺ کی حفاظت کا باعث بنے گی۔

محترم ڈاکٹر طاہر حمید تنولی صاحب کا بھی بے حد شکرگزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کی اشاعت میں خصوصی دل چسپی لی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ محترم صاحبزادہ امانت رسول قادری صاحب کا از حد شکرگزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کے موضوع کی حساسیت واہمیت کا اِدراک رکھتے ہوئے اِس کتاب کی اشاعت کو مشنری جذبہ کے ساتھ عمدہ معیار کے تحت شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اِس جذبہ کو سلامت رکھے اور زندگی میں مزید آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازے اور اِس کتاب کی تیاری کے سفر میں شامل ہر شخص کو روضہ رسول ﷺ کی حاضری اور روزِ قیامت شفاعتِ نبوی نصیب

Marfat.com

فرمائے، اور یہ کتاب لکھنے، شائع کرنے اور سب پڑھنے والوں کے لیے روزِ آخرت شفاعت نبوی کا باعث بنے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

گنہگار

نعیم مشتاق

مئی 2015ء

nmushtaq786@gmail.com

Marfat.com

فہرست اجمالی

﴿باب ۱﴾ کیا ہم دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں؟	۱۹
﴿باب ۲﴾ مسیحیت کا تصورِ نجات بائبل مقدس کی روشنی میں	۵۹
﴿باب ۳﴾ اسلام کا تصورِ نجات قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	۸۵
﴿باب ۴﴾ فتنہ انکارِ سنت و حدیث اور مکالمہ بین المذاہب	۱۷۵
﴿باب ۵﴾ مغرب نواز خود ساختہ مجتہدین و مصلحین اور مکالمہ بین المذاہب	۱۸۷
حرفِ آخر	۱۹۹

Marfat.com

Marfat.com

فہرست تفصیلی

﴿باب ۱﴾

کیا ہم دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں؟ 19

۱۔ اِس موضوع پر یہ کتاب کیوں؟ ۲۱

۲۔ سیکولر انتہا پسندی ۲۳

۳۔ ہم انتہا پسند اور جنونی ٹھہرے ۳۲

۴۔ سورۃ البقرہ کی آیت کا حقیقی معنی ومفہوم ۳۴

۵۔ پہلی بات: تصریف آیات ۳۵

۶۔ دوسری بات: تفسیر قرآن میں سنت و حدیث کا مقام ۳۶

۷۔ تیسری بات: آیات کا سیاق وسباق اور سورۃ کا اجتماعی مزاج ۳۸

۸۔ چوتھی بات: پورے قرآن میں اللہ پر ایمان سے کیا مراد ہے؟ ۳۹

۹۔ پانچویں بات: میثاق انبیا اور اہل کتاب کی نجات ۴۲

Marfat.com

۹۔ سورۃ البقرہ آیت ۶۲ کا حقیقی مفہوم ۴۸
۱۰۔ ایک اور علمی غلط فہمی اور اُسکا ازالہ ۵۴
۱۱۔ اللہ نے ساری کائنات حضور ﷺ کی محبت میں تخلیق فرمائی ۵۶
۱۲۔ مسیحیت اور اسلام کا حقیقی تصورِ نجات ۵۸

﴿باب ۲﴾

مسیحیت کا تصورِ نجات بائبل مقدس کی روشنی میں ۵۹

۱۔ مسیحی تصورِ نجات ۶۱
۲۔ عہد نامہ جدید کی تعلیمات کا نکتہ کمال مصلوبیت مسیح ہے ۶۲
۳۔ انسانیت کی نجات صرف دین مسیحیت میں ہے ۶۴
۴۔ مسیحی عقیدے کے مطابق مسلمان جہنمی ہیں ۶۹
۵۔ مسلمانوں کے لیے لفظ کافر، گند، خبیث قوم، وحشی لوگ، جانور وغیرہ کا استعمال ۷۰
۶۔ مسیحیت میں مرتد لعنتی اور جہنمی ہے ۷۳
۷۔ شریعتِ موسوی میں مرتد کی سزا ۷۹
۸۔ چوبیس ہزار مرتدین کا قتل عام ۸۰
۹۔ تین ہزار مرتدین کا قتل عام ۸۱
۱۰۔ ایک مودبانہ گذارش ۸۱

Marfat.com

﴿باب ۳﴾

اسلام کا تصورِ نجات قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ۸۵

۱۔ تصورِ نجات میں ایمان اور اعمال کا باہمی تعلق ۸۷

۲۔ اصلِ ایمان، نقصِ ایمان اور کمالِ ایمان ۸۷

۳۔ مکالمہ بین المسالک پر راہنما کتاب ۹۳

۴۔ کتاب کا نکتہ ارتکاز ۹۳

﴿قرآنی آیات سے استدلال﴾ ۹۴

پہلی دلیل: ۹۴

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ﴾ [ال عمران ۳:۱۹]

دوسری دلیل: ۹۸

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ﴾ [ال عمران ۳:۲۰]

تیسری دلیل: ۱۰۰

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْناً﴾ [ال عمران ۳:۸۵]

چوتھی دلیل: ۱۰۱

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ [المائده ۵:۳]

Marfat.com

پانچویں دلیل: ۱۰۷

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ [البینہ ۹۸: ۴تا ۱]

چھٹی دلیل: ۱۱۳

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [البینہ ۹۸: ۶]

ساتویں دلیل: ۱۱۵

﴿وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُواْ﴾[البقرہ ۲؛ ۸۹تا ۹۱]

''احمدؐ'' نام جب مظبوط قلعہ بنا تو اُس کی ذات کس اعلیٰ درجہ کی ہوگی؟

آٹھویں دلیل: ۱۲۴

﴿الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ﴾ [البقرہ ۲؛ ۱۴۶ تا ۱۴۷]

نویں دلیل: ۱۲۵

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ﴾ [ال عمران ۳: ۸۱ تا ۸۲]

دسویں دلیل: ۱۳۱

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا ﴾ [ال عمران ۳: ۱۰۰ تا ۱۰۲]

گیارھویں دلیل: ۱۳۳

﴿وَقَالُواْ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا ﴾ [البقرہ ۲: ۱۱۱ تا ۱۱۲]

بارھویں دلیل: ۱۳۷

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا﴾ [النساء ۴: ۴۷]

تیرھویں دلیل: ۱۳۹

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [النساء ۴: ۱۶۷ تا ۱۷۰]

Marfat.com

چودھویں دلیل: ۱۴۰

﴿وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى﴾ [البقرہ ۲: ۱۲۰]

پندرھویں دلیل: ۱۴۳

﴿وَقَالُواْ كُونُواْ هُوداً أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ﴾ [البقرہ ۲: ۱۳۵ تا ۱۳۷]

سولہویں دلیل: ۱۴۸

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ [التوبہ ۹: ۳۳]

سترھویں دلیل: ۱۵۱

﴿فَمَن يُرِدِ اللّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلاَمِ﴾ [الانعام ۶: ۱۲۵ تا ۱۲۶]

اٹھارویں دلیل: ۱۵۲

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيْلِ اللّهِ﴾ [محمد ۴۷: ۱]

﴿احادیث مبارکہ سے استدلال﴾ ۱۵۴

انیسویں دلیل: ۱۵۴

﴿لا يَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الاُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَلاَ نَصْرَانِیٌّ﴾

بیسویں دلیل: ۱۵۵

﴿وَ لَوْ كَانَ مُوسٰی حَياً وَ اَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَا تَّبَعَنِيْ﴾

اکیسویں دلیل: ۱۵۶

﴿مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلاَّ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ﴾

Marfat.com

بائیسویں دلیل: ۱۶۰
﴿مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاس﴾
تیسویں دلیل: ۱۶۱
﴿کَیفَ تَسالُونَ اَهلَ الکِتبِ وَ کَتا بُکُمُ الَذِی اُنزِلَ عَلیٰ بَینَته﴾
چوبیسویں دلیل: ۱۶۲
﴿مَن اَطَاعَنِیُ دَخَلَ الُحَبنتهَ وَمَن عَصَانِی و نَقدُابی﴾
پچیسویں دلیل: ۱۶۳
﴿رَجُل مِن اَهلِ الکِتَابِ امَنَ بِنَبِیهَ وَامَنَ بِمُحَمَد﴾
چھبیسویں دلیل: ۱۶۴
﴿اُلحَمُدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنَقَذَهُ مِنَ النَّارِ﴾
ستائیسویں دلیل: ۱۶۵
﴿مَا عِلُمُکَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟﴾

﴿باب ۴﴾

فتنہ انکارِ سنت و حدیث ۱۷۵
اور مکالمہ بین المذاہب

۱۔ فہم الرسول ﷺ کے بغیر فہم القرآن گمراہی ہے ۱۷۹

Marfat.com

﴿باب ۵﴾

مغرب نواز خود ساختہ مجتہدین و مصلحین اور مکالمہ بین المذاہب ۱۸۷

۱۔ تقابل ادیان کا درست طریقہ ۱۹۲

۲۔ علم چور محققین ۱۹۳

۳۔ خود ساختہ مجتہدینِ و مصلحین ۱۹۶

۴۔ کیا ہم اپنی تواریخ کے ذمہ دار ہیں؟ ۱۹۷

حرفِ آخر ۱۹۹

مصنف کی دیگر کتب ۲۰۵

Marfat.com

Marfat.com

۱

کیا ہم دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں؟

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۝

[سورۃ البقرہ، ۲: ۶۲]

Marfat.com

Marfat.com

اِس موضوع پر یہ کتاب کیوں؟

سر یہ بتائیے کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق ہم مسیحی روز آخرت دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں؟ اگر آپ کا مذاہب واقعی مکالمہ بین المذاہب، رواداری، باہمی پیار ومحبت اور امن کا سبق دیتا ہےتو یہ بات سب کے سامنے بتائیں کہ ازروئے قرآن اور اسلام ہم مسیحی روز آخرت دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں؟

میں اُس مسیحی خاتون کا سوال سن کر مسکرا دیا۔ یہ مسیحی مُسلم حاضرین سے بھرا ہوا ہال تھا جس میں اکثریت مسیحی حاضرین کی اسلیے زیادہ تھی کہ یہ پروگرام بھی مسیحی منتظمین کا تھا جس میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق مکالمہ بین المذاہب کے تصور پر روشنی ڈالنی تھی۔ مجھے ''اسلام کے تصورامن ومحبت اورمکالمہ بین المذاہب'' پر گفتگو کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔گفتگو کے بعدسوال و جواب کی نشست تھی۔ سوال بڑا اہم مگر موقع کی مناسبت سے شرارتی تھا۔

اگر میرا جواب یہ ہوتا کہ آپ رسالت وشریعت محمدی کا انکار کر کے روز آخرت جہنمی قرار پائیں گے تو مجھے اور اسلامی تعلیمات پر تنگ نظری اور انتہا پسندی کا لیبل لگا دیا جاتا، اور سوال کرنے والی خاتون کا مقصد بھی یہی تھا کیونکہ اکثر مکالمہ بین المذاہب کی نشستوں میں یہ مخصوص سوال کر کے اس نظریہ کا رواج دینا مقصود ہے کہ'' اسلام تو اس قدر امن پسند اور رواداری کا مذہب ہے کہ وہ رسالت محمدی کا انکار کر کے بھی جنت میں داخلے کی ضمانت دیتا ہے۔ جنت میں داخلہ اور مسلمانوں کے ساتھ مساوی حقوق Enjoy کرنے کے لیے رسالت وشریعت محمدی پر ایمان لانا ضروری نہیں''۔

اگر میں حاضرین کو خوش کرنے کیلیے یہ جواب دے دیتا کہ''جی ہاں اگر آپ رسالت و

Marfat.com

شریعت محمدی کا انکار کر دیں مگر صرف عقیدہ توحید اور نیک اعمال (مسیحی مذہب کے مطابق) قائم رکھیں تو جنت میں جا سکتے ہیں۔ رسالت و شریعت محمدی پر ایمان لانا روز آخرت باعث نجات اور جنت میں داخلے کی شرط نہیں'' تو پھر میں مسیحی حاضرین مجلس کی نظر میں ایک پُر امن مسلمان اور اچھا انسان ثابت ہو سکتا تھا۔ اور اپنی اِس دلیل میں ظاہری وزن پیدا کرنے کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾[1] بھی پیش کر ڈالتا جیسا کہ اِس آیت کا آج کل لبرل اور سیکولر حلقوں میں اسی معنیٰ میں استعمال ہو رہا ہے۔

ان ''سیاسی جوابات'' پر انحصار کرنے کے بجائے میں نے اُس خاتون کو اُس کے اپنے مسیحی مذہب کے ''امن پسند، روشن خیال اور روادار'' ہونے کا احساس دلایا۔ جو حاضرین محفل مسیحی اور اسلامی تصور نجات سے واقف تھے وہ میرے اس سوال کے جواب سے کافی محظوظ ہوئے۔ میں نے مختصراً اُس خاتون کا یہ جواب دیا کہ:

> ''محترمہ رسالت و شریعت محمدی (یعنی دین اسلام) کا انکار کر کے روز آخرت مسیحی وہیں جائیں گے جہاں مسیحی عقیدے کے مطابق مسلمان تثلیث، الوہیت مسیح اور مصلوبیت مسیح کا انکار کر کے جائیں گے''۔

یہ کتاب اس مختصر جواب کی تفصیل پر مبنی ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آجکل مکالمہ بین المذاہب کی آڑ میں حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر حملے اب شدت اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔۔ جیسے جیسے آپ یہ کتاب پڑھتے چلے جائیں گے آپ پر مسیحی اور اسلام دونوں کا تصور نجات واضح ہوتا چلا جائے گا اور آپ بہتر طور پر اپنے ایمان کا دفاع کرتے ہوئے مکالمہ بین المذاہب کی مثبت کوششوں میں اپنا تعمیری کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مکالمہ بین المذاہب میں کم علم حضرات کی وجہ سے کئی غیر اسلامی عقائد و نظریات

---

(۱) البقرہ، ۲: ۶۲

۱۵۹۳۰۸

Marfat.com

اب ''قومی و سیاسی نظریات'' بنتے چلے آرہے ہیں۔ حرام کو حلال اور کفر کو ایمان میں بدلنے کی کوششیں ہورہی ہیں:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ o﴾ (۱)

''اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی رہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (کبھی) فلاح نہیں پائیں گے o''

آیئے ہمارے نکتہ نظر اور اس آیت بالا کی تفسیر کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

سیکولر انتہا پسندی

محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد اُن کے افکار و نظریات پر مبنی ایک کتاب انگریزی میں Reconciliation: Islam, Democracy & the West کے نام سے مارکیٹ میں آئی جس کا اُردو ترجمہ پیپلز پارٹی کے جناب جہانگیر بدر صاحب نے ''مفاہمت: اسلام، جمہوریت اور مغرب'' کے نام سے کیا ہے۔ اِس کے دوسرے باب کا عنوان بہت دلچسپ ہے اور وہ ہے:

''اسلام کی داخلی جنگ: جمہوریت بمقابلہ آمریت، اعتدال پسندی بمقابلہ انتہا پسندی۔''

اِس باب میں محترمہ نے دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو پُر امن اور انسانیت کا مذہب ثابت کرنے کے لیے اسلام کے تصور نجات پر صفحہ ۴۰ تا ۴۹ پر بڑی دلچسپ گفتگو فرمائی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتی ہیں:

''قرآن محض دیگر ادیان سے رواداری برتنے کی تبلیغ ہی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ تمام واحدنیت پرست مذاہب نجات کا باعث ہو سکتے ہیں۔''(۲)

---

(۱) النمل، ۱۶:۱۱۶

(۲) بینظیر بھٹو، مفاہمت: اسلام، جمہوریت اور مغرب، صفحہ ۴۱

Marfat.com

محترمہ کی تفسیر کے مطابق اللہ کی بارگاہ میں آپ بحیثیت یہودی، مسیحی یا ہندو نجات یافتہ ہو سکتے ہیں اگر آپ اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی قرآن اور رسالت محمدی پر ایمان سے انکار کرنے پر آپ کی نجات پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ محترمہ ایک دوسرے مقام پر لکھتی ہیں۔

''نہایت انوکھی اور منفرد بات یہ ہے کہ قرآن یہ تسلیم کرتا ہے کہ دیگر مذاہب بلا روک ٹوک راہ نجات کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔''(۱)

محترمہ اپنی اس دلیل کو قرآن مجید کی اس آیت سے تقویت بخشتی ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾(۲)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔''

اس آیت کو چونکہ دوسرے لوگ بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں لہذا ہم آگے چل کر علیحدہ سے اس آیت پر بھرپور گفتگو کریں گے۔ سردست ہم محترمہ کے مزید اقوالات پیش کرتے ہیں۔ آپ آگے چل کر لکھتی ہیں کہ شریعت محمدی کے نزول کا مقصد سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنا نہیں:

''قرآن مذہبی کثریت کی حمایت کرتا ہے یہودیت اور عیسائیت جیسے گذشتہ مذاہب کی شکل میں نازل آنے والے احکامات کو منسوخ کرنا یا ان پر فوقیت حاصل کرنا اس کا مقصد نہیں۔''(۳)

(۱) ایضاً، صفحہ ۴۲

(۲) البقرہ، ۲:۶۲

(۳) بے نظیر بھٹو، مفاہمت: اسلام، جمہوریت اور مغرب، صفحہ ۹۴۲

Marfat.com

احکامات کی منسوخی تو بڑی دور کی بات، قرآن نے کب سے تثلیث فی التوحید، الوہیت مسیح، موروثی گناہ اور مصلوبیت مسیح جیسے عقائد اور اِن عقائد پر مبنی مسیحی فقہ اور نظام حیات پر مسلمانوں کو بھی عمل کرنے کا حکم دیا ہے؟ بلکہ قرآن نے تو واضح طور پر تثلیث فی التوحید اور الوہیت مسیح کے عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے۔ تثلیث فی التوحید کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڗ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝﴾(۱)

”اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم (ﷺ) اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس (کی طرف) سے ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں، (اس عقیدہ سے) باز آجاؤ، (یہ) تمہارے لیے بہتر ہے۔ بے شک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی اولاد ہو، (سب کچھ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۝“

ایک دوسرے مقام پر تثلیث کو کفریہ عقیدہ قرار دے دیا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾(۲)

”بے شک ایسے لوگ (بھی) کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین

---

(۱) النسآء، ۴:۱۷۱

(۲) المائدہ، ۵:۷۳

Marfat.com

(معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالاں کہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا o''

الوہیت مسیح کے عقیدہ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o﴾ (۱)

''بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی (تو) ہے، آپ فرما دیں: پھر کون (ایسا شخص) ہے جو اللہ (کی مشیت میں) سے کسی شے کا مالک ہو؟ اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا (تو اس کے فیصلے کے خلاف انہیں کون بچا سکتا ہے؟) اور آسمانوں اور زمین اور جو (کائنات) ان دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے o''

پھر دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ o﴾ (۲)

''درحقیقت ایسے لوگ کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم (ﷺ)

(۱) المائدہ، ۵:۱۷

(۲) المائدہ، ۵:۷۲

Marfat.com

ہے حالاں کہ مسیح (ﷺ) نے (تو یہ) کہا تھا: اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا (بھی) رب ہے اور تمہارا (بھی) رب ہے۔ بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام فرما دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا○''

اِن آیاتِ قرآنی کو ذرا غور سے پھر پڑھ لیں کہ موجودہ مسیحیت کے ایمان کی بنیاد (الوہیت مسیح ﷺ) کو قرآن نے کفر وشرک قرار دیا ہے اور اس عقیدہ پر قائم رہنے والوں پر جنت حرام کر دی ہے اور انہیں دوزخ کی وعید سنائی ہے۔اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ○ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ج وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ○﴾ (۱)

''اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے، میرے لیے یہ (روا) نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس (بات) کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان (باتوں) کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔ بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ میں نے انہیں سوائے اس (بات) کے کچھ نہیں کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم (صرف) اللہ کی عبادت کیا کرو جو میرا (بھی) رب ہے اور تمہارا (بھی) رب ہے اور میں ان

---

(۱) المائدہ، ۵:۱۱۶، ۱۱۷

Marfat.com

(کے عقائد و اعمال) پر (اس وقت تک) خبردار رہا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان (کے حالات) پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہےo''

اسی طرح مصلوبیت مسیح ؑ پر موجودہ مسیحیت اور نئے عہد نامہ (بائبل) کے تمام بیانات اور دعویٰ کو قرآن نے مسترد کر دیا ہے:

﴿وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢo بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاo﴾ (۱)

''اور ان کے اس کہنے (یعنی فخریہ دعویٰ) کی وجہ سے (بھی) کہ ہم نے اللہ کے رسول، مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا ہے، حالاں کہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ انہیں سولی چڑھایا مگر (ہوا یہ کہ) ان کے لیے (کسی کو عیسیٰ ؑ کا) ہم شکل بنا دیا گیا، اور بے شک جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ یقیناً اس (قتل کے حوالے) سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں (حقیقتِ حال کا) کچھ بھی علم نہیں مگر یہ کہ گمان کی پیروی (کر رہے ہیں)، اور انہوں نے عیسیٰ (ؑ) کو یقیناً قتل نہیں کیاo بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہےo''

محترمہ ایک اور مقام پر فرماتی ہیں کہ اسلام کا تو سرے سے یہ دعویٰ ہی نہیں کہ صرف وہی واحد نجات کا رستہ ہے، رسالت و شریعت محمدی کا انکار کر کے بھی رضائے الٰہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

''قرآن ان لوگوں پر خصوصی نظر کرم رکھتا ہے جو ایک سچے خدا پر ایمان رکھتے ہیں

---

(۱) النساء، ۴: ۱۵۷، ۱۵۸

Marfat.com

اور ایک اچھی اور پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف اسلام ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔ خدا کی رحمت کو کسی بھی انداز میں محدود کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا ہم زمین کے باسی ادیان کے مابین امتیاز نہیں کر سکتے۔'' (۱)

اور پھر اپنی اس منطق کو سورۃ الفاطر، ۳۵:۲، سورۃ حم السجدہ، ۴۱:۷، سورۃ الزخرف، ۴۳:۳۲ کی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ آیات ہمارے مختصر تبصرہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ پہلی آیت محترمہ نے سورۃ الفاطر سے پیش کی ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (۲)

''اللہ انسانوں کے لیے (اپنے خزانۂ) رحمت سے جو کچھ کھول دے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جو روک لے تو اس کے بعد کوئی اسے چھوڑنے والا نہیں، اور وہی غالب ہے بڑی حکمت والا ہے''

محترمہ کے نزدیک ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رسالت محمدی اور دین اسلام کا واضح طور پر انکار کردے تو اللہ اپنے خزانہ رحمت سے اُس کی بخشش بھی کر سکتا ہے۔ صرف شریعت محمدی کو ہی معیار حق ماننا درحقیقت اللہ کی رحمت کو محدود کرنا ہے۔ دوسری آیت محترمہ سورۃ الزخزف سے پیش کرتی ہیں:

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (۳)

---

(۱) بے نظیر بھٹو، مفاہمت: اسلام، جمہوریت اور مغرب، صفحہ ۴۲

(۲) الفاطر، ۳۵:۲

(۳) الزخرف، ۴۳:۳۲

Marfat.com

''کیا آپ کے رب کی رحمتِ (نبوّت) کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم اِن کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے (اسبابِ) معیشت کو تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی ان میں سے بعض کو بعض پر (وسائل و دولت میں) درجات کی فوقیت دیتے ہیں (کیا ہم یہ اس لیے کرتے ہیں) کہ ان میں سے بعض (جو امیر ہیں) بعض (غریبوں) کا مذاق اڑائیں (یہ غربت کا تمسخر ہے کہ تم اس وجہ سے کسی کو رحمتِ نبوت کا حقدار ہی نہ سمجھو) اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے (اور گھمنڈ کرتے) ہیںo''

محترمہ کے نزدیک اب قیامت تک صرف اور صرف دین اسلام اور رسالت محمدی کو ہی معیارِ نجات سمجھنا اللہ کی رحمت کو خود سے تقسیم کرنے کے مترادف ہے، جو اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے۔ محترمہ آیت غور سے پڑھ لیتیں تو سمجھ لیتیں کہ یہ آیت معاشیات اور معاشی تحفظ پر ہے تصورِ نجات پر نہیں۔ تیسری آیت محترمہ نے سورۃ حم السجدہ سے پیش کی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍo﴾ (۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگاo''

محترمہ کے نزدیک ﴿اٰمَنُوْا﴾ سے مراد تمام غیر مسلم ہیں اور ﴿اَجْرٌ﴾ سے مراد نجات اُخروی ہے۔ یعنی اگر کوئی غیر مسلم اپنے اپنے عقیدے کے مطابق ایمان لے آئے (خواہ اسلامی عقائد و تعلیمات سے متصادم ہی ہو) اور اُسی ''غیر اسلامی'' عقیدے کے تحت نیک اعمال سرانجام دے تو اِس آیت قرآنی کے تحت وہ روزِ قیامت جنت میں داخل ہو جائے گا۔

دلچسپ نکتہ ہے کہ اپنے تمام تر دعووں کے حق میں محترمہ نے اپنی اِس ''تفسیر'' کے حق میں کوئی حدیث نبوی ﷺ پیش نہیں کی اور نہ ہی اِن آیات کی تفسیر میں کسی مفسر کے قول کو اپنی بات کی تائید میں پیش کیا ہے۔

---

(۱) حم السجدہ، ۴۱:۷

Marfat.com

حالانکہ اِس آیت کا مطلب تو با آسانی اِس سے پہلی سات آیات پڑھ کر سمجھا جا سکتا ہے کہ اِس آیت میں ﴿اٰمَنُوْا﴾ سے مرادرسالت و نبوتِ محمدی پر ایمان ہے اور وہی اعمال باعث اجر ﴿اَجْرٌ﴾ متصور ہوں گے جن کی تصدیق بارگاہِ رسالت (شریعت اسلامیہ) سے ہوگی۔

ایک اور مقام پرتو محترمہ نے حد کر دی، لکھتی ہیں:

''اسلام میں، تمام واحدنیت پرست مذاہب کو راہ نجات سمجھا جاتا ہے اسلام کے مطابق، مسلمان، یہودی، عیسائی اور وہ سب جو خدائے واحد پر یقین رکھتے ہیں، ان میں سے دنیا میں ان کے انسانی طرزِ عمل کے مطابق خدا حساب لے گا اور اس دین کی بنیاد پر نہیں جس پر وہ کاربند ہیں۔''(۱)

یعنی روز قیامت فیصلہ دنیا میں کیے گئے اچھے یا بُرے اعمال پر ہوگا۔ اچھے اعمال کی بنیاد پر (اور رسالت و شریعت محمدی کا صریحاً انکار کر کے) کوئی غیر مسلم بھی جنت میں جا سکتا ہے، جبکہ مسلمان کو رسالت محمدی پر ایمان روز قیامت کچھ کام نہیں آئے گا۔

محترمہ نے تو چاروں فقہی مذاہب کے اماموں [امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل، اور امام اعظم ابو حنیفہؒ] اور رفقہ اسلامی کی خدمت کرنے والے فقیہوں کو بھی نہیں بخشا، آپ فرماتی ہیں:

''جب تک کہ شریعت کو قانون کی شکل دینے کا کام شروع ہوا، تمام طرح کے قبل از اسلام اور غیر اسلامی یعنی غیر عربی معاشروں از قسم یونانی اور ساسانی تہذیبوں کے منفی اثرات، مسلم فقہاء کی سوچ کو متاثر کر چکے تھے۔''(۲)

محترمہ کے مطابق فقہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی محض قرآن و سنت پر مبنی نہیں بلکہ ان میں'' غیر اسلامی اثرات'' بھی شامل ہیں۔ بہتر ہوتا اگر محترمہ ان'' منفی اور غیر اسلامی اثرات'' کی نشاندھی فرما دیتیں۔

---

(۱) بے نظیر بھٹو، مفاہمت: اسلام، جمہوریت اور مغرب، صفحہ ۴۹

(۲) ایضاً، صفحہ ۵۱

Marfat.com

محترمہ کو ''اسلام کا یہ حقیقی شعور اور پیغام'' کہاں سے ملا؟ آپ صفحہ ۳۴۲ پر ''ہدیہ تشکر'' کے عنوان کے تحت لکھتی ہیں:

''حسین حقانی کہ جنہوں نے رہنمائی اور تنقید فراہم کر کے ایک اہم کردار ادا کیا جو اسلام اور پاکستان کی تاریخ کی مذہبی حکومتی بنیادوں کے حوالے سے خصوصی طور پر قابل قدر تھا ایک وفادار دوست جس کی رہنمائی مصنفہ اور معاون کے لیے ہمیشہ عزیز تر رہے گی۔'' (۱)

امریکہ میں اب مستقل رہائش پذیر سابقہ پاکستانی سفیر حسین حقانی کا نام میموگیٹ اسکینڈل کے حوالے سے کافی مشہور رہا ہے۔

ہم انتہا پسند اور جنونی ٹھہرے

آپ نے محترمہ کے چند دلائل ملاحظہ فرمائے، اس کتاب کے مترجم جہانگیر صاحب فرماتے ہیں:

''یہ کتاب شہید جمہوریت کی وراثت کی آخری کڑی اور نعرہ حق کی ایسی صدا ہے جس کی بازگشت آنے والے زمانوں میں بھی گونجتی رہے گی۔'' (۲)

پھر فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں اس کتاب کے حسن وخوبی پر کوئی تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چند صفحات کے مطالعے سے آپ جان جائیں گے کہ ان الفاظ مین کتنی صداقت ہے، کتنی دانش ہے، کتنی شجاعت ہے اور کتنی انصاف پسندی ہے۔'' (۳)

اِسی کتاب کے ''حرف آخر'' کو محترم آصف علی زرداری، بلاول بھٹو زرداری، آصفہ بھٹو زرداری اور بختاور بھٹو زرداری کی طرف سے مشترکہ پیش کیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

---

(۱) ایضاً، صفحہ ۳۴۲

(۲) ایضاً، صفحہ ۷

(۳) ایضاً، صفحہ ۸

Marfat.com

''یہ کتاب ہر اس شے کے بارے میں ہے، جسے اس کو شہید کرنے والے کبھی سمجھ نہ سکے۔ جمہوریت، رواداری، فہم وشعور۔ اُمید اور ان سب سے بڑھ کر، اسلام کا حقیقی پیغام، یا شاید وہ ان سب باتوں کو سمجھتے تھے اور ان سے خوف کھاتے تھے اور یوں اس سے بھی ڈرتے تھے وہ جنونیوں کے لئے بھیانک ترین خواب تھی۔''(۱)

لیجیے! اب اگر آپ اور میں محترمہ کی باتوں سے اختلاف کریں تو ہم بھٹو فیملی کے نزدیک فہم وشعور سے عاری ٹھہرتے ہیں،اس کو کہتے ہیں ''سیکولر انتہا پسندی''۔ عوام الناس کو اس ''سیاسی وعلمی بددیانتی'' میں مبتلا کرنے کے لیے سیاسی مولوی بھی رکھے جاتے ہیں تا کہ بطور سند کام کر سکیں۔ چنانچہ جہانگر بدر صاحب لکھتے ہیں:

''آخر میں ہدیہ تشکر احباب کے لئے جن کی بدولت یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکا۔ میں نہایت مشکور ہوں اپنے کوارڈی نیٹر معاذ حسن ہاشمی کا جن کی مدد سے میں اس کتاب کو ترجمے اور اشاعت کے مراحل سے گزارنے میں کامیاب ہو سکا۔ ایک خصوصی شکریہ سید فضل حسین شاہ صاحب کے لیے۔ قومی امن کمیٹی برائے بین المذاہب کے چیئرمین سید ایاز ظہیر ہاشمی جنہوں نے قرآنی آیات واحادیث نبوی ﷺ کی صحت پر کڑی نگاہ رکھی اور وقتاً فوقتاً اپنی رہنمائی سے نوازتے رہے، صرف شکریئے کے نہیں بلکہ تحسین کے بھی مستحق ہیں۔''(۲)

ابھی سید ایاز ظہیر ہاشمی نے قرآنی آیات واحادیث نبویؐ کی صحت پر کڑی نگاہ رکھ کر ''سید'' اور ''ہاشمی'' ہونے کے باوجود رسالت وشریعت محمدی پر ایمان کی ضرورت واہمیت کو اسلام سے خارج کر دیا، نگاہ اگر خدانخواستہ ڈھیلی رکھتے تو شاید ''توحید الٰہی'' کو بھی اسلام سے خارج کر کے ''تثلیث فی التوحید'' کو اسلام میں شامل کر ڈالتے۔

---

(۱) ایضاً، صفحہ ۳۴۰

(۲) ایضاً، صفحہ ۸

Marfat.com

سورۃ البقرہ کی آیت کا حقیقی معنی و مفہوم

آیئے اب قرآن مجید کی اُس آیت کے حقیقی مفہوم کو سمجھتے ہیں جسے محترمہ بے نظیر شہید اور بعض احباب ''علمی غلط فہمی'' کی بنیاد پر اپنے دعویٰ کے حق میں لاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔''

یہی مضمون سورۃ المائدہ میں بھی اِسی طرح بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (۲)

''بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔''

سورۃ بقرہ کی آیت زیر بحث سے بعض لوگ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ازروئے قرآن اللہ کے نزدیک دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذاہب کی تعلیمات کے مطابق اگر عقیدہ توحید، عقیدہ آخرت پر ایمان اور دنیا میں نیک اعمال سرانجام دیتے رہیں تو اس آیت کے تحت روز آخرت اللہ اُن کی بخشش کر دے گا، اُن کی بخشش اور مغفرت کے لیے اُن کا رسالت محمدی پر

(۱) البقرہ ۶۲:۲

(۲) المائدہ، ۶۹:۵

Marfat.com

ایمان لانا اور مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس آیت کا تفسیری جائزہ لیں، ہم چند اصولی باتیں اپنے قاری کے سامنے بطور مقدمہ رکھنا چاہیں گے۔

پہلی بات: تصریف آیات

قرآن صرف سورۃ بقرہ کی آیت ۶۲ کا نام ہی نہیں بلکہ یہ سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ الناس تک ۱۱۴ سورتوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن کی ایک آیت کا معنی و مفہوم اُسی موضوع پر دوسری آیات کی وضاحت سے مزید واضح ہو جاتا ہے۔ یہ تفسیری اصول خود حکمِ قرآنی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۝﴾ (۱)

''اور بے شک ہم نے اس قرآن میں (حقائق اور نصائح کو) انداز بدل کر بار بار بیان کیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، مگر (منکرین کا عالم یہ ہے کہ) اس سے ان کی نفرت ہی مزید بڑھتی جاتی ہے۝''

''تصریف آیاتِ قرآنی'' کا یہ حکم قرآن کے طالب علم کے لیے بہت مفید ہے۔ کہ وہ اگر ایک جگہ سے بات نہیں سمجھا تو دوسرے مقام سے سمجھ سکتا ہے اور اگر ایک جگہ سے بات کا کوئی پہلو واضح نہیں ہو سکا تو دوسری جگہ سے واضح ہو جائے گا۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬﴾ (۲)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں؟ تو دوسرے مقام پر قرآن مجید نے اسکی وضاحت کردی

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷:۴۱

(۲) الفاتحہ، ۱:۶

Marfat.com

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا٥﴾ (۱)

''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں٥''

چنانچہ ایک مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کی شرح کرتے ہوئے وہ مقامات سامنے رکھے جہاں زیرِ نظر مضموں دہرایا گیا ہے تاکہ قرآن مجید کے صحیح مدعا تک پہنچنے میں اُسے کوئی دقت نہ ہو۔

لہٰذا کیا سورۃ البقرہ کی آیت زیر بحث (آیت ۶۲) کی تفسیر میں اس حکمِ قرآنی کا بھی خیال رکھا گیا؟ ہرگز نہیں۔ اسلیے کہ جب مسیحی عقائد (تثلیث، الوہیت و مصلوبیت مسیح ؑ) کو قرآن نے کفریہ قرار دے کر ان پر دوزخ کی خبر دے دی ہے تو پھر یہ اُن ہی عقائد کو ماننے پر جنتی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر یہ اپنے اپنے مذاہب کو ماننے پر نجات یافتہ ہو سکتے ہیں تو پھر بعثت نبوی کی کیا ضرورت تھی، قرآن کے نزول اور شریعت اسلامیہ کی کیا ضرورت تھی؟

دوسری بات: تفسیر قرآن میں سنت و حدیث کا مقام

اگر کبھی قرآن کی کسی آیت پر دو مختلف آراء آ بھی جائیں اور دونوں اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات کا سہارا لیں تو حتمی فیصلہ سنت و حدیث نبوی پر ہی ہوتا ہے۔ اس اصول کو چودہ سو سال سے مفسرین کرام تسلیم اور تفسیر قرآن میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ اور وہ ایسا کیوں نہ کریں کہ جس ہستی پر قرآن اُترا اور جس کو براہ راست اللہ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا اُس سے زیادہ قرآنی آیات کی سمجھ کس کو آئی ہوگی۔ حضور ﷺ کا فہم القرآن براہ راست اللہ کی نگرانی اور حفاظت میں ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى٥﴾ (۲)

(۱) النساء، ۴:۶۹

(۲) النجم، ۵۳:۳،۴

Marfat.com

''اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے،اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔''

ابن سعد بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے حضرت ابن عباس ﷛ کو مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آیاتِ قرآنیہ کو مناظرہ کا معرکہ مت بناؤ بلکہ احادیث پیش کرو۔ ابن عباس ﷛ نے عرض کیا کہ امیر المومنین قرآن مجید ہی سے مناظرہ کرنے میں کیا اندیشہ ہے، ہم بفضلہٖ تعالیٰ قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، ہمارے ہی گھروں میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا کہ یہ تو آپ نے سچ کہا، لیکن قرآن ایک مختصر اور معجز کلام ہے جو مختلف احتمالات کا تحمل کرنے والا اور ذو وجوہ ہے۔ اگر اس کے سمجھنے اور اس کی تفسیر کا معیار آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کی احادیث کو نہ بنایا گیا تو ایک آیت کی تفسیر میں تم بھی کچھ کہتے رہو گے اور وہ بھی کچھ بولتے رہیں گے، کوئی بات فیصلہ کن نہ ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابن عباس ﷛ نے اس کو تسلیم کر کے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ خوارج کے ہاتھ میں سوائے رسوائی کے کچھ نہ رہا۔''(۱)

اگر اِس آیت (بقرہ ۶۲) کی تفسیر اِس اصول کے تحت کی جاتی تو سنت و حدیث نبوی سے اس نکتہ نظر کی قطعی گنجائش نہ نکلتی کہ رسالت محمدی اور اسلام کو قبول کیے بغیر یہود ونصاریٰ اپنے اپنے مذاہب پر عمل کر کے بھی جنت میں جا سکتے ہیں۔ اسی لیے مولانا امین احسن اصلاحی نے تدبرّ القرآن میں فرمایا ہے:

''اِس نکتہ نظر کو زیادہ منکرین سنت نے ہی اپنایا ہے۔''(۲)

---

(۱) سیوطی، الاتقان، جلد ۱، صفحہ ۱۴۳، بحوالہ: مفتی محمد شفیعؒ، ختم نبوت کامل، ص ۳۶، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

(۲) امین احسن اصلاحی، تدبرّ القرآن، جلد اول، صفحہ ۲۳۱

Marfat.com

تیسری بات: آیات کا سیاق وسباق اور سورۃ کا اجتماعی مزاج

یہ آیت اُس سورۃ میں نازل ہوئی ہے جس کا تمام تر Focus ہی اہل کتاب کے عقائد کی تصحیح اور رسالت محمدی ہے۔ جب پوری سورۃ میں جا بجا دین و دُنیا میں کامیابی کا دارومدار ہی رسالت محمدی پر ایمان کو قرار دیا جا رہا ہے تو پھر اِس آیت کے معنی ومفہوم سے زبردستی رسالت محمدی کو خارج کرنے پر کیوں زور ہے؟ کیا اِسی سورۃ بقرہ کی یہ آیات نظر نہیں آتیں:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (۱)

’’اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالاں کہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب ’قرآن‘ کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب ’قرآن‘ کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (۲)

’’اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان کی شان وعظمت) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلاشبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور یقیناً انہی میں سے ایک طبقہ حق کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔‘‘

---

(۱) البقرہ، ۲:۸۹

(۲) البقرہ، ۲:۱۴۶

Marfat.com

﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝﴾ (۱)

''اور (اہلِ کتاب) کہتے ہیں یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرما دیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو (اس) ابراہیم (ﷺ) کا دین اختیار کیے ہوئے ہیں جو ہر باطل سے جدا صرف اللہ کی طرف متوجہ تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۝''

چوتھی بات: پورے قرآن میں اللہ پر ایمان سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں ''مَنْ آمَنَ بِاللّٰه'' کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان لے آئیں اور اللہ پر ایمان اُسی وقت صحیح ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے ہر قول اور اِس کے ہر حکم کو مان لیا جائے۔ اللہ پر اپنی مرضی کے مطابق ایمان لانا قبول نہیں ہوگا جب تک آپ اللہ کی مرضی (احکامات) کے مطابق اللہ پر ایمان نہیں لے آتے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ اور لوگوں میں سے بعض وہ (بھی) ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یومِ قیامت پر ایمان لائے حالاں کہ وہ (ہرگز) مومن نہیں ہیں۝[سورۃ البقرہ ۲:۸]۔ اور مندرجہ ذیل احکامات بھی اللہ ہی کے دیے ہوئے ہیں جن کو پورا کرنے سے ہی ''مَنْ آمَنَ بِاللّٰه'' کے تقاضے پورے ہوتے ہیں:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (۲)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝﴾ (۳)

(۱) البقرہ، ۲:۱۳۵

(۲) الفتح، ۴۸:۲۹

(۳) الاحزاب، ۳۳:۴۰

Marfat.com

''محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔''

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾(۱)

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔''

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝﴾(۲)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اِن آیات میں یہ واضح ہوگیا کہ جب تک کوئی یہودی، عیسائی (مسیحی) یا صابی اپنے اپنے مذہب کو ترک کر کے رسالت محمدی کو قبول اور دین اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اِس کا اللہ پر ایمان تصور نہیں ہوگا کیونکہ اللہ کے نزدیک اسلام (شریعت محمدی) کے علاوہ کوئی اور دین قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ اسی لیے دیگر کئی مقامات پر اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ کے ساتھ وَرَسُوْلِهٖ کے الفاظ بھی آئے ہیں ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾(۳) ''اے ایمان والو! تم اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر۔''

چنانچہ ان تمام آیات میں ''مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ'' سے مراد محض ایمان نہیں بلکہ تعلیمات محمدی کے

---

(۱) التوبہ، ۹:۳۳

(۲) آل عمران، ۳:۸۵

(۳) النساء، ۴:۱۳۶

Marfat.com

مطابق اور آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ایمان باللہ مراد ہے۔اللہ کون ہے اور اِس کو کن کن صفات کے ساتھ ساتھ پہچاننا اور ماننا ہے اِس کا صرف ایک ہی معتبر جواب ہے جو زبان رسالت سے نکلے۔ جس کے ذریعے اللہ کی خبر ہوئی اُسی کے ذریعے اُس تک پہنچنے کا درست اور شرک سے پاک راہ کا بھی پتہ چلے گا۔ اسی لیے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ ''ایمان باللہ'' میں ''ایمان بالرسالت'' شامل ہے۔ اسی لیے ایک اور مقام پر اللہ اور اعمال صالحہ پر ایمان کے ساتھ رسالت محمدی پر بھی ایمان لازم قرار دیا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ (۱)

''اور ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے، اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوا﴾ میں تو تمام وہ امور داخل ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے خاص طور پر اس شریعت پر جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل کی گئی ایمان لانا لازم قرار دیا۔ اس سے شریعت محمدیہ پر ایمان لانے کی عظمت کا اظہار اور اس امر کی مراحت کرنی مقصود ہے کہ اس شریعت پر ایمان لائے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور اصل ایمان یہی ہے تمام ایمانیات اس میں داخل ہیں۔''(۲)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جو لوگ ایمان لائے دل سے اور مطابق شرع اعمال کئے بدن سے یعنی ظاہر باطن دونوں خدا کی طرف جھکا دیے اور اس وحیِ الٰہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر

(۱) محمد، ۴۷:۲

(۲) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، جلد ۱۰، صفحہ ٤٦٦، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، دسمبر ۲۰۰۲ء

Marfat.com

الزماں پیغمبر ﷺ پر اتاری گئی ہے اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے اور جو سراسر حق و صداقت ہی ہے ان کی برائیاں برباد ہیں اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود خدا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے۔''(۱)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اسی سورۃ محمد کی پہلی اور دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''﴿صَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ سے مراد اسلام ہے ﴿أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾ میں ان کفار کے وہ اعمال مراد ہیں جو فی نفسہٖ نیک کام ہیں جیسے مساکین کی امداد و اعانت، پڑوسی کی حمایت و حفاظت، سخاوت اور صدقہ خیرات وغیرہ کہ یہ اعمال اگرچہ اپنی ذات میں نیک اور اچھے عمل ہیں لیکن آخرت میں ان کا فائدہ ایمان لانے کیساتھ مشروط ہے کافروں کے ایسے نیک اعمال آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے البتہ دنیا میں ہی ان کو ان کے نیک کاموں کے بعد بدلے میں راحت و آرام دے دیا جاتا ہے ﴿وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ﴾ اگرچہ پہلے جملے میں ایمان اور عمل صالح کا ذکر آ چکا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آپ پر نازل ہونے والے وحی بھی شامل ہے مگر اس دوسرے جملے میں اس کو بالتصریح ذکر کرنے میں یہ بتلانا منظور ہے کہ ایمان کی اصل بنیاد اس پر ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کی تمام تعلیمات کو صدق دل سے قبول کیا جائے۔''(۲)

پانچویں بات: میثاق انبیا اور اہل کتاب کی نجات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج ۴، صفحہ ۲۹

(۲) محمد شفیع، مولانا مفتی، تفسیر معارف القرآن، جلد ۶، ص ۲۰ تا ۲۱

Marfat.com

ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَo﴾ (۱)

''اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوںo''

عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی (علیہ السلام) سے عہد لیا کہ جب وہ زمین پر مبعوث ہونگے اور اگر اُن کے دورِ نبوت میں نبی کریم ﷺ کی آمد ہوگی تو ہر نبی اپنے اپنے پیروکاروں سمیت آپ ﷺ پر حکم الٰہی کے تحت ایمان لے آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے اپنے دور نبوت میں اپنی اُمت کو آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی تا کہ اگر نبی کریم ﷺ کی آمد اُس نبی کے وصال کے بعد بھی ہو تب بھی اُس نبی کی اُمت اپنے نبی کے حکم کے تابع رہ کر نبی کریم ﷺ پر ایمان لے کر آئے۔ اسی لیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی اُمت کے لیے رحمت کی دُعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اِس خصوصی رحمت کی دُعا کی قبولیت کو دیگر احکامات کے ساتھ ساتھ اِس حکم سے بھی مشروط کر دیا کہ اگر کوئی اُمت موسوی میں سے دورِ نبوت محمدی ﷺ پائے تو آپ ﷺ پر ایمان لا کر خصوصی رحمت کا حقدار ہوگا اور انکار کی صورت میں اُمت موسوی سے بھی خارج ہو جائے گا:

﴿وَاکْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْکَ ط قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ج وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ط فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَo اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ

(۱) ال عمران، ۳:۸۱

Marfat.com

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾(۱)

''اور تو ہمارے لیے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بے شک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے، ارشاد ہوا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ۝ (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں ۝''

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''میثاق انبیا'' کے تحت اپنی اُمت کو نبی کریم ﷺ کی آمد کی خبر کچھ اِس طرح دی:

(۱) الاعراف، ۷: ۱۵۶، ۱۵۷

Marfat.com

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝﴾ (۱)

''اور (وہ وقت بھی یاد کیجیے) جب عیسیٰ بن مریم (ﷺ) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسولِ (معظم ﷺ کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے، پھر جب وہ (رسولِ آخر الزماں ﷺ) واضح نشانیاں لے کر اُن کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔''

حقیقی نجات کے لیے جس طرح دوسروں کا نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے اُس سے زیادہ ضروری اہل کتاب کے لیے ہے کیونکہ ایک تو یہ اُن کے اپنے نبی کا فرمان تھا دوسرے اُن کی الہامی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں اور علامتیں موجود تھیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ، فَلَهُ أَجْرَانِ. وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللهِ تَعَالَى وَحَقَّ سَيِّدِهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ. وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا. ثُمَّ أَدَّبَهَا. فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ.. (۲)

''تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے ایک وہ جو اہل کتاب ہو اپنے نبی کو بھی مانا اور محمد (ﷺ) پر بھی ایمان لایا دوسرا غلام جو خدا اور اپنے آقا کے حقوق ادا

---

(۱) الصّف، ۶:۶۱

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ......، ج ۱، ص ۱۳۴، الرقم: ۱۵۴، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

Marfat.com

کرتا رہے، تیسرا وہ جس کے پاس لونڈی ہو وہ اس سے صحبت کرتا اور اسے اچھی تہذیب سکھاتا اور اچھی تعلیم دیتا ہے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔''

اگر اہل کتاب کے صالح لوگوں کی قرآن نے تعریف کی بھی ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ اُن کی اپنی نیکیاں اُن کی نجات کے لیے کافی تھیں بلکہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِن لوگوں کا رویہ اِن کی حق پسندی کے سبب سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اچھا تھا اور اِس قسم کے سارے لوگ مسلمان ہو گئے تھے، جیسے اہل کتاب صحابہ کرام ﷺ۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد اہل کتاب میں سے صرف وہی نجات پائیں گے جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی پیروی کریں گے۔ اِس کے سوا اب دُنیا میں نجات کے سب راستے بند ہیں، سب ادیان اور شرائع منسوخ ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے دراں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔''

حضرت امام نوویؒ نے بھی اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہیں۔ [شرح صحیح مسلم شریف: ص ۲۵۳] مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ ......، ج ۱، ص ۱۳۴، الرقم: ۱۵۳

Marfat.com

حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

﴿عن أبی ھریرة ﷺ قال: قال رسول اللہ ﷺ﴾ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ﴿والذي نفس محمد بیدہٖ﴾ خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں ذات محمد ﷺ کی بقا ہے ﴿لا یسمع بي أحد من ھذہ الأمة﴾ کہ نہیں سنے گا مجھے کوئی بھی اس امت سے اور نہ پہنچے گی اسے میری رسالت و نبوت کی خبر۔ امت اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی جانب کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہو۔ اس طرح ایک گروہ کی جنس کو بھی امت کہتے ہیں۔ ﴿یھودي ولا نصراني﴾ وہ شخص چاہے یہودی ہو۔ یعنی حضرت موسیٰ ﷺ کی قوم سے ہو یا نصرانی یعنی حضرت عیسیٰ ﷺ کی قوم سے ﴿یموت ولم یؤمن بالذي أرسلت بہ﴾ پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ ایمان نہ لائے اس دین و شریعت پر جسے میں لے کر آیا ہوں ﴿إلا کان من أصحاب النار﴾ مگر ایسا شخص اہل دوزخ میں سے ہوگا۔ یعنی جس شخص نے میری نبوت و رسالت کی خبر سنی اور میرا معجزہ بھی اس پر ثابت و ظاہر ہوگیا پھر اس نے میرا دین قبول نہ کیا تو وہ کافر ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا چاہے اہل کتاب میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ (۱)

چنانچہ حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ:

”(ایک مرتبہ) عمر بن خطاب ﷺ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ پھر جناب عمر ﷺ نے تورات پڑھنی شروع کی اور چہرہ رسول اللہ ﷺ کا متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابو بکر ﷺ نے یہ دیکھ کر کہا: عمر ﷺ تجھے گم کریں گم کرنے والیاں کیا تم

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، أشعة اللمعات (شرح مشکوة)، کتاب الایمان، جلد اول، ص ۲۲۰، اردو ترجمہ مولانا محمد سعید نقشبندی، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے چہرے (کے تغیر) کو نہیں دیکھتے! جناب عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ڈالی اور کہا، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر اور دین اسلام اور محمد ﷺ کی نبوت پر راضی ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر آج تم میں موسیٰ (؈) موجود ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی اطاعت قبول کر لیتے (تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ) تم سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے۔ حالانکہ اگر آج موسیٰ (؈) زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو (یقیناً) میرا اتباع کرتے۔" (۱)

اِن تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر آیئے اب سورۃ بقرہ کی آیت زیر بحث کا علمی جائزہ لیں۔

سورۃ البقرہ آیت ٦٢ کا حقیقی مفہوم

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝﴾ (۲)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔"

یہودی اِس بات پر عقیدہ رکھتے تھے کہ نجات یافتہ ہونے کے لیے یہودی ہونا ضروری ہے اور خُدا کی رحمت صرف بنی اسرائیل کے لیے مختص ہے۔ اِس عقیدہ اور رویہ کی نشاندہی مسیحی علماء

---

(۱) خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، جلد اول، باب الاعتصام بالکتاب وسنۃ، حدیث نمبر: ۱۸۳۔

(۲) البقرہ، ۲:۶۲

Marfat.com

مفسرین نے بھی کی ہے۔ چنانچہ جان سی رائیل آیت ''کیونکہ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی،''(۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اِس آیت میں ہمارے خداوند نیکدیمس کو ایک اور ''آسمانی بات'' بتاتے ہیں۔ غالباً نیکدیمس بھی دوسرے کئی یہودیوں کی طرح یہ سوچتا تھا کہ خُدا کی رحمت کے ارادے صرف اسکے برگزیدہ لوگ اسرائیل تک محدود تھے۔ نیز المسیح موعود صرف یہودی قوم کے خاص فائدے کے لئے آئے گا۔ہمارے خداوند یہاں اعلان کرتے ہیں کہ خُدا بلاامتیاز تمام دُنیا سے محبت رکھتا ہے۔ نیز المسیح جو خُدا کا اکلوتا بیٹا ہے آدم کی نسل کے لیے باپ کی طرف سے تحفہ ہے۔ لہٰذا ہر شخص خواہ یہودی ہے یا غیرقوم جو اِس پر ایمان لائے ہمیشہ کی زندگی پائے۔''(۲)

قرآن کی اس آیت میں بھی یہودیوں کے اِن رویوں کی طرف اِشارہ ہے اور انہیں رویوں کی تصیح کی گئی ہے۔ چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''یہاں تو یہودیوں کے اِس زعم باطِل کی تردید مقصود ہے کہ وہ صرف یہودی گروہ کونجات کا اجارہ دار سمجھتے تھے۔ وہ اِس خیالِ خام میں مبتلا تھے کہ اِن کے گروہ سے اللہ کا کوئی خاص رشتہ ہے جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہے، لہذا جو اِن کے گروہ سے تعلق نہیں رکھتا ہے وہ خواہ اعمال اور عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی ہو، بہرحال نجات اِس کے لیے مقدر ہے اور باقی تمام انسان جو اِن کے گروہ سے باہر ہیں وہ صرف جہنم کا ایندھن بننے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اِس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ہاں اصل چیز تمہاری یہ گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ وہاں جو کچھ اعتبار ہے، وہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو انسان بھی یہ چیز لے کر حاضر ہوگا وہ اپنے رب سے اپنا اجر پائے گا۔ خدا کے ہاں فیصلہ آدمی کی صفات پر ہوگا نہ کہ تمہاری مردم شاری کے رجسٹروں پر۔''(۳)

(۱) انجیل یوحنا، ۳:۱۶

(۲) صفحہ ۱۹۹

(۳) مودودی، سید ابو الاعلی، تفہیم القرآن، جلد اول

Marfat.com

سورۃ بقرہ کی آیت ۶۲ کا درست مفہوم یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد پچھلی حالت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ خواہ کوئی پہلے یہودی تھا، نصرانی تھا یا صابی، اگر وہ گروہ اَب ایمان کی شرائط (ازروئے شریعت محمدی) پوری کردے تو اِس میں اور دیگر مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جائے گا۔ سب کے لیے مغفرت اور آخرت کی بشارت یکساں ہوگی۔ نجات کا کسی خاص قومیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نجات ایمان اور عمل صالحہ پر مبنی ہے۔ کیسا ایمان اور کونسا عمل صالحہ قرار پائے گا، اس کا فیصلہ ازروئے قرآن اب صرف شریعت محمدی کے مطابق ہی ہوگا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حضرت سلمان فارسی ﷺ فرماتے ہیں: میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے جن ایمان والوں سے ملا تھا، ان کی عبادت اور نماز روزے وغیرہ کا ذکر کیا تو یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سلمان ﷺ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ نمازی روزہ دار ایماندار اور اس بات کے معتقد تھے کہ آپ ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہیں حضرت سلمان ﷺ کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ وہیں یہ آیت نازل ہوئی لیکن یہ واضح رہے کہ یہودیوں میں سے ایماندار وہ ہے جو توراۃ کو مانتا ہو اور سنت موسیٰ ﷺ کا عامل ہو لیکن جب حضرت عیسیٰ ﷺ آجائیں تو ان کی تابعداری کرے اور ان کی نبوت کو برحق سمجھے۔ اگر اب بھی وہ توراۃ اور سنت موسیٰ پر جمار ہے اور حضرت عیسیٰ کا انکار کرے اور تابعداری نہ کرے تو پھر بے دین ہو جائے گا۔

اسی طرح نصرانیوں میں سے ایماندار وہ ہے جو انجیل کا کلام اللہ مانے، شریعت عیسوی پر عمل کرے اور اگر اپنے زمانے میں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو پالے تو آپ کی تابعداری اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرے۔ اگر اب بھی وہ انجیل کو اور اتباع عیسوی کو نہ چھوڑے اور حضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہ کرے تو ہلاک ہوگا۔ (ابن ابی حاتم) سدیؒ نے یہی روایت کی ہے اور سعید بن جبیرؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کا تابعدار، اس کا ماننے والا ایماندار اور

Marfat.com

صالح ہے اور اللہ کے ہاں نجات پانے والا ہے لیکن جب دوسرا نبی آئے اور وہ اس سے انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔

قرآن کی ایک آیت تو یہ جو آپ کے سامنے ہے اور دوسری وہ آیت جس میں بیان ہے ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔[آل عمران، ۳:۸۵] ان دونوں آیتوں میں یہی تطبیق ہے۔ کسی شخص کا کوئی عمل' کوئی طریقہ مقبول نہیں تاوقتیکہ وہ شریعت محمدی کے مطابق نہ ہو، مگر یہ اس وقت ہے جب کہ آپ ﷺ مبعوث ہو کر دنیا میں آ گئے۔ آپ ﷺ سے پہلے جس نبی کا جو زمانہ تھا اور جو لوگ اس زمانہ میں تھے' ان کے لئے ان کے زمانہ کے نبی کی تابعداری اور اس کی شریعت کے مطابقت شرط ہے۔[۱]

صاحبِ تفسیر جلالین فرماتے ہیں:

﴿مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾ فی زمن نبیا (ہمارے حضور ﷺ کے زمانہ میں) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ بشریعته (آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق)۔[۲]

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس کہتے ہیں اس مراد وہ لوگ ہیں جو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے حضرت عیسیٰ ؑ پر ایمان لائے اور پھر یہود ونصاریٰ کے اباطیل سے بری و دور رہے۔ مثلاً قس بن ساعدۃ، بُحیر اراہب، حبیب نجار، زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، سلمان فارسی، ابوذر غفاری اور وفد نجاشی۔ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو لوگ حضور کی بعثت سے پہلے ایمان لائے اور جو یہود کے دین باطل اور نصاریٰ کے دین باطل پر تھے ان میں سے جو بھی حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اللہ پر،

(۱) تفسیر ابن کثیر، جلد اول، ص ۱۶۲

(۲) تفسیر جلالین

Marfat.com

آخرت پر اور حضور پر ایمان لے آیا اس کیلئے اللہ کے ہاں اجر ہے۔"(۱)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"پھر اللہ تعالیٰ نے ان چار فرقوں کے بارے میں واضح کیا کہ اگر یہ اللہ پر ایمان لے آئے تو انہیں آخرت میں ثواب حاصل ہوگا تاکہ اصحاب گمراہی پر واضح ہو جائے کہ اگر وہ اپنی گمراہی سے رجوع کر کے دین حق پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و طاعت کو قبول فرمائے گا اور انہیں اپنی بارگاہ سے دور نہیں فرمائے گا۔ یاد رہے ایمان باللہ میں اس کے لوازمات یعنی ایمان بالرسل بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ایمان بالیوم الآخر میں آخرت کے تمام احکام پر ایمان بھی شامل ہے۔ یہ دونوں اقوال وعقائد ان تمام کو جامع ہیں جو چیزیں دین ہیں خواہ وہ حالت تکلیف میں ہو اور حال آخرت میں بصورت ثواب وعتاب ہوں۔"(۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"﴿مَنْ اٰمَنَ﴾ ان میں سے جو بھی تہہ دلی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا ﴿بِاللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ پر تشبیہ، تعطیل اور شریک ٹھہرائے بغیر ﴿وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان لائے جو کہ روز جزا ہے، اور اس دن پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ کے ربوبیت کی ہیشگی، عموم قدرت اور اس کے کمال حکمت و عدل کا منکر ہے۔ اور کتابوں، رسولوں ﷺ اور فرشتوں پر ایمان لانا ان دونوں ایمانوں کو لازم ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایمان پیغمبروں اور فرشتوں ﷺ کے واسطے کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور آسمانی کتابوں کے بغیر اس کا علم باقی نہیں رہ سکتا اس وجہ سے ان تین چیزوں پر ایمان لانے کی صراحت نہیں فرمائی۔ اور فی الواقع جسے بھی دنیا وآخرت پر کما حقہ ایمان نصیب ہو رسولوں علیہم السلام، فرشتوں اور کتابوں کے واسطے کے بغیر نہ ہوا ور صرف مبدء، دنیا، آخرت اور واسطوں پر ایمان لانا اگرچہ

---

(۳) مفتی محمد خان قادری، مفاتیح الغیب (اردو ترجمہ تفسیر کبیر)، جلد ۱، صفحہ ۲۳۴

(۲) ایضاً، صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷

Marfat.com

نجات کی امید میں بہت اثر رکھتا ہے۔ لیکن کلی طور پر نجات کیلئے ایک اور چیز بھی چاہیے۔ چنانچہ فرمایا ہے ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ اور درست عمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ناسخ کو قبول کرے۔ اور منسوخ کو چھوڑ دے اور عقلی مصلحتوں کے مقابلہ میں احکام الٰہیہ کو ترجیح دے۔''(۱)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''یہاں جاننا چاہیے کہ جس طرح کہ اس آیت کا مضمون ہر کافر سے ایمان او رعمل صالح کی قبولیت پر دلالت کرتا ہے اگر چہ وہ کفر اور فسق کی انتہائی قبیح قسموں کا مرتکب ہو چکا ہے۔ اسی طرح اس آیت کا مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس حقیقت پر ایمان لانا واجب ہے اس کے بعض پر ایمان لانا نیز کفر اور صحیح مکمل ایمان نہ ہونے کی حالت میں تمام طاعتیں خواہ بدنی ہوں یا مالی قبول نہیں۔ جس طرح حضور ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جبکہ سلمان فارسی مسلمان ہوئے۔ اور آپ نے بارگاہ سید عالم ﷺ میں نصاریٰ کے راہبوں کا حال، ان کی مشقت طلب عبادتیں اور ان کی خلاف عادت چیزیں جو کہ وہ رکھتے تھے بیان کیں۔ اور اس آیت نے حضور ﷺ کے قول کی تصدیق کی۔ اور ابن جریر نے مجاہد سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں جو کہ بہت طویل ہے کہا کہ حضرت سلمان نے رسول کریم ﷺ سے ان نصرانیوں اور ان کے اعمال کے متعلق جو دیکھے تھے پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ اسلام پر نہیں مرے۔ سلمان کہتے ہیں کہ مجھ پر زمین تاریک ہوگئی۔ اور مجھے ان کے مجاہدے یاد آئے تو یہ آیت کریمہ اتری ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ آپ نے سلمان کو بلایا اور فرمایا یہ آیت تیرے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے پھر فرمایا جو میرے متعلق سننے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر مر گیا تو وہ خیر پر ہے۔ اور جس نے میرے متعلق سنا اور مجھ پر ایمان نہ لایا وہ ہلاک

(۱) ایضاً، ص ۵۳۲، ۵۳۳

Marfat.com

ہوا۔''(۱)

ایک اور علمی غلط فہمی اور اُسکا ازالہ

بعض لوگوں کے نزدیک نجات اور جنت و دوزخ میں جانے کا حتمی فیصلہ روزِ قیامت اللہ خود فرمائے گا، کفر اور ایمان کا حتمی فیصلہ بھی اللہ روزِ قیامت خود فرمائے گا۔ ہمیں خود سے کسی کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور ہمیں یہ اختیار اللہ نے نہیں دیا کہ رسالت محمدی اور اسلام بحیثیت دین کا انکار کرنے والوں کو جہنم میں جانے کی خبر دیں''۔ اور یہ لوگ اس آیت مبارکہ سے یہ استدلال کرتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾(۲)

''اور بے شک مسلمان اور یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔''

اگر اِسی آیت مبارکہ سے پہلی دو آیات پڑھ لی جائیں تو مندرجہ بالا تفسیر کا رد خود بخود ہوجائے گا:

﴿مَنْ كَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ یُذْهِبَنَّ كَیْدُهٗ مَا یَغِیْظُ ○ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ﴾(۳)

---

(۱) تفسیر عزیزی، جلد اول، ص ۵۳۵

(۲) الحج، ۲۲:۱۷

(۳) الحج، ۲۲:۱۵، ۱۶

Marfat.com

''جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے (محبوب و برگزیدہ) رسول کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا اسے چاہیے کہ (گھر کی) چھت سے ایک رسی باندھ کر لٹک جائے پھر (خود کو) پھانسی دے لے پھر دیکھے کیا اس کی یہ تدبیر اس (نصرتِ الٰہی) کو دور کر دیتی ہے جس پر غصہ کھا رہا ہےo اور اسی طرح ہم نے اس (پورے قرآن) کو روشن دلائل کی صورت میں نازل فرمایا ہے اور بے شک اللہ جسے ارادہ فرماتا ہے ہدایت سے نوازتا ہےo''

یعنی اگر کوئی نبوت و رسالت محمدی پر ایمان نہ لائے اور پھر یہ بھی سمجھے کہ اللہ اپنے نبی ﷺ کی دنیا و آخرت میں مدد نہیں کرے گا اور قرآن کو الہامی کتاب تسلیم نہ کرے تو ایسے افراد کو اللہ بطور وارننگ یہ کہہ رہا ہے کہ پھر ٹھیک ہے روزِ قیامت اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھ لینا اور مسلمانوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ اسلام اور رسالت محمدی کے ساتھ تعلق جبی اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اپنی اِس استقامت کے ثمرات روزِ قیامت دیکھ لینا۔ اسی لیے بعد کی آیات میں کفرو شرک پر دوزخ کی وعید اور ایمان (اسلام و شریعت محمدی) پر قائم رہنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔سیاق وسباق سے ہٹ کر تفسیر کو انسانی کلام میں جب کوئی پسند نہیں کرتا تو الہامی کلام میں اِس کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے۔

محترمہ بے نظیر شہید کی'' مضحکہ خیز تفسیر'' سے ہم کیا پیغام دینا چاہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی دُنیا میں اللہ یہ مدد فرمارہا ہے اور آپ کے ماننے والوں کو یہ بتارہا ہے کہ روزِ قیامت ہی فیصلہ ہوگا کہ اسلام اور رسالت محمدی حق ہے یا نہیں؟ اور اگر اِس ''تفسیر'' کے تحت روز قیامت یہودی یا مسیحی مذہب درست قرار پا گیا تو آج اِس دنیا میں مسلمانوں کے عقیدہ وعمل میں یقین کہاں سے آئے گا؟

اللہ نے واضح طور دُنیا و آخرت میں حقیقی نجات کا دارومدار اسلام اور رسالت محمدی ﷺ کو یہ قرار دیا ہے اور یہ پیغام پوری انسانیت کو پہنچا دیا ہے:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی

Marfat.com

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (۱)

اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیتیں بیان کریں پس جو پرہیزگار بن گیا اور اس نے (اپنی) اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ (ہی) وہ رنجیدہ ہوں گے ۝ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (پر ایمان لانے) سے سرکشی کی، وہی اہلِ جہنم ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۝

اللہ نے ساری کائنات حضور ﷺ کی محبت میں تخلیق فرمائی

یہاں ہم اہل عشق و محبت کے لیے یہ نکتہ بھی عرض کرتے چلے جائیں کہ جب اللہ نے ساری کائنات حضور ﷺ کی محبت میں حضور کے لیے تخلیق فرمائی تو پھر آپ کی بعثت کے بعد نجات کسی اور کی پیروی میں کیوں رکھ دیتا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَوْحَى اللهُ إِلٰى عِيْسٰى ؑ، يَا عِيْسٰى، آمِنْ بِمُحَمَّدٍ، وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوْا بِهِ، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ، مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ، مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ. وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ، فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ، فَسَكَنَ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْخَلَّالُ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ. (۲)

---

(۱) الاعراف، ۷: ۳۵-۳۶

(۲) ۱- حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۱، الرقم: ۴۲۲۷

۲- خلال، السنة، ۱: ۲۶۱، الرقم: ۳۱۶

۳- ذهبي، ميزان الاعتدال، ۵: ۲۹۹، الرقم: ۶۳۳۶

۴- عسقلاني، لسان الميزان، ۴: ۳۵۴، الرقم: ۱۰۴۰

۵- ابن حيان، طبقات المحدثين بأصبهان، ۳: ۲۸۷]

Marfat.com

''حضرت (عبد اللہ) بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ﷺ پر وحی نازل فرمائی: اے عیسیٰ! محمد (ﷺ) پر ایمان لے آؤ اور اپنی اُمت کو بھی حکم دو کہ جو بھی ان کا زمانہ پائے تو (ضرور) ان پر ایمان لائے۔ (جان لو!) اگر محمد مصطفیٰ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدم (ﷺ) کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر محمد مصطفیٰ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ کو۔ اور جب میں نے پانی پر عرش بنایا تو اس میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ پھر میں نے اس پر ﴿لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ﴾ لکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا۔ اِسے امام حاکم اور خلال نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش مبارکہ سے کئی سو سال قبل حضرت عیسیٰ ﷺ کے ایک نہایت محبوب صحابی برناباس نے حضرت عیسیٰ ﷺ کے اِس حکم کو اپنی انجیل (انجیل برناباس) میں نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ میں مکالمہ کی صورت میں جابجا درج کیا ہے:

''تب خدا یہ دیکھ کہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ اس کی محبت میں سب چیزیں پیدا کیں''(۱)

''اے خداوند مجھے یاد ہے کہ جب تو نے مجھے پیدا کی تھا تو فرمایا تھا کہ میری محبت میں تو دنیا اور بہشت اور فرشتے اور انسان بنانا چاہتا ہے''(۲)

''اے میرے خدا میں اپنے سارے دل و جان سے تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا کہ تیرا خادم بنوں اور میری محبت میں سب کچھ بنایا تاکہ میں تجھ سے سب چیزوں کی خاطر اور سب چیزوں میں اور چیزوں سے بڑھ کر محبت کروں''(۳)

''محمد ﷺ انتظار کر کیونکہ میں تیری خاطر بہشت دنیا اور بڑی تعداد میں مخلوق کو پیدا

---

(۱) انجیل برنباس، باب ۵۴

(۲) ایضاً، باب ۵۴

(۳) ایضاً، باب ۵۵

Marfat.com

کیا چاہتا ہوں جن کو میں تجھے تحفے میں دیتا ہوں یہاں تک کہ جو تجھے مبارک کہے گا مبارک ہوگا اور جو تجھے کوسے گا لعنتی ہوگا‘‘(۱)

’’یہ ہے وہ جس کے لیے خدا نے سب چیزیں پیدا کیں‘‘(۲)

مسیحیت اور اسلام کا حقیقی تصور نجات

اس سارے پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد آیئے اب اصل مسیحی اور اسلامی عقیدے کو سمجھتے ہیں جس کے مطابق یہ پتہ چلے کہ اگر کوئی مسلمان مسیحی عقائد ونظریات کا انکار کرتا ہے تو روز آخرت مسیحی عقیدے کے مطابق مسلمان سے کیا سلوک ہوگا بلکہ اگر کوئی مسیحی مسیحیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیتا ہے تو اُس کا مسیحی عقیدے کے مطابق شرعی حکم کیا ہوگا۔ اس طرح پھر ہم اسلامی عقیدہ کی وضاحت کریں گے، آیئے پہلے مسیحی عقیدہ کی تفصیلات سمجھتے ہیں۔

---

(۱) ایضاً، باب ۹۷

(۲) ایضاً، باب ۱۹۱

Marfat.com

۲

مسیحیت کا تصورِ نجات

بائبل مقدس کی روشنی میں

یسوع نے اُس سے کہا کہ راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔
کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔
انجیل یوحنا ۱۴:۶

Marfat.com

Marfat.com

مسیحی تصورِ نجات

مسیحی تعلیمات کے مطابق مسیحی تصورِ نجات کی بنیاد الوہیتِ مسیح پر ہے۔ چنانچہ یوحنا اپنی انجیل میں لکھتا ہے:

''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خُدا کے ساتھ تھا اور کلام خُدا تھا۔ یہی اِبتدا میں خُدا کے ساتھ تھا۔''(۱)

آگے چل کر یوحنا لکھتا ہے:

''اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔''(۲)

دونوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحیت کے عقیدے کے مطابق تجسم کلام سے مراد مسیح کی شخصیت کا ''الوہی'' ہونا مراد ہے۔ چنانچہ کیتھولک عقیدہ میں یہ درج ہے کہ:

''اِس بنا پر رسول یسوع کے کلمہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں: '' اِبتدا میں کلمہ تھا اور کلمہ خُدا کے ساتھ تھا اور کلمہ خُدا تھا''؛ اور ''اَن دیکھے خُدا کی صورت''؛ اور ''خُدا کے جلال کا پرتو اور اُس کی فطرت کا عین نقش۔''(۳) اِس رسولی روایت کی تولید کرتے ہوئے کلیسیا نے نقایہ کے مقام پر [۳۲۵ خ س] پہلی مجلس عامہ میں اقرار کیا کہ بیٹا باپ کا ''ہم ماہیت'' ہے۔ یعنی اُس کے ساتھ صرف ایک ہی خُدا ہے۔ دوسری مجلسِ عامہ [۳۸۱ خ س] میں قسطنطنیہ کے مقام پر منعقد ہوئی اور اس نے نقایہ کے عقیدے کی تشکیل میں اِسی اظہار کو برقرار رکھا اور اقرار کیا کہ وہ ''خُدا کا

---

(۱) انجیل یوحنّا، ۱:۱،۲

(۲) ایضاً، آیت ۱۴

(۳) یوحنا ۱:۱؛ کلیسوں ۱:۱۵، عبرانیوں ۱:۳

Marfat.com

اکلوتا بیٹا، سب زمانوں سے پہلے باپ سے متولد، خُدا سے خُدا، نور سے نور، سچے خُدا سے سچا خُدا، متولد اور بنایا نہیں گیا۔ باپ کا ہم ماہیت ہے۔(نقاوی۔ قسطنطینوی عقیدہ، ملاحظہ ہو ڈی ایس ۱۵۰)''(۱)

اِس آیت کی تفسیر میں جان سی رائیل لکھتے ہیں:

''ہم سیکھتے ہیں کہ خُداوند یسوع المسیح حقیقی خُدا ہیں۔ حضرت یوحنا لکھتے ہیں ''کلام خدا تھا''۔ آپ کسی مخلوق فرشتہ یا خُدا باپ سے کمتر ہستی نہیں ہیں۔ جسے خدا تعالیٰ نے گنہگاروں کو مخلصی دینے کی قدرت عطا کی ہو وہ خُدائے کامل سے کسی صورت میں کم نہیں۔ بلکہ وہ ذات الٰہی میں باپ کے برابر ہیں۔ ان کا اور خدا باپ کا ایک ہی جوہر ہے۔ آپ دنیا و کائنات سے پہلے موجود ہیں۔''(۲)

عہد نامہ جدید کی تعلیمات کا نکتہ کمال مصلوبیت مسیح ہے

مصلوبیت مسیح کے عقیدے کی بنیاد اور فلسفہ میں ''الوہیت مسیح'' کا عقیدہ شامل ہے اور اِسی وجہ سے مصلوبیت مسیح کا فلسفہ مسیحیت کی جان ہے۔ چنانچہ جان سٹاٹ لکھتے ہیں:

''نئے عہدنامہ کے اہم مصنفین ایمان رکھتے تھے کہ مسیح کی صلیب مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور یقین رکھتے تھے کہ ہماری یہ قائلیت ہمارے آقا کے ذہن کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ ابتدائی رسُولی کلیسیا کی قائلیت کہ صلیب ہی مسیحیت کی مُناسب علامت ہے مضبوط اور دوہری بُنیاد پر قائم تھی یعنی مسیح کی اور اُس کے رسُولوں کی تعلیمات پر۔ اِس معاملہ میں کلیسیا کی روایت بڑی وفاداری سے پاک صحائف کی عکاسی کرتی ہے۔''(۱)

---

(۱) کاتھولک کلیسیا کی کیٹی کیزم، صفحہ ۹۶، ۹۷، کاتھولک بشپس کمیشن برائے مسیحی تعلیم

(۲) یوحنا کی انجیل کی آیت بہ آیت تفسیر، صفحہ ۶۶، جان سی رائیل، مترجم عارف خان، ناشر بیت الشمس مسیحی درسگاہ علم الٰہیات، اسلام آباد

(۳) جان سٹاٹ، مسیح کی صلیب، صفحہ ۳۷، مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ لاہور ۲۰۰۱

Marfat.com

معروف امریکی مشنری سموئیل ایم زویمر Samuel M. Zwemier (۱۸۶۷ تا ۱۹۵۲) مسلمانوں میں تبلیغِ مسیحیت میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے سرزمینِ عرب میں تبلیغِ مسیحیت کی اور چالیس برس تک "دی مسلم ورلڈ" کی ادارت کی۔ آپ کئی مناظراتی کتب کے مصنف ہیں اور آپ کو "اسلام کے لیے خصوصی ایلچی" بھی کہا جاتا ہے۔ آپ مسلمانوں میں تبلیغ مسیحیت کے حوالے سے صلیب کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مسلمانوں کے درمیان (جن کے لئے مسیح ٹھوکر کھانے کی چٹان اور کفارہ بیوقوفی ہے) ایک مشنری کفارہ کے اس بھید پر ہر روز گہرا غور وفکر کرتا ہے اور اپنے اِس ایقان (قائلیت) میں مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ ہمارے پیغام اور ہمارے مشن کی مرکزی بات یہی ہے۔۔۔مسیح کی صلیب اگر سمجھ میں آ جاتی ہے تو یقیناً صلیب ہی سب کچھ ہے۔یعنی سب سے گہری حقیقت اور سب سے سادہ بھید۔ انسان اس حقیقت کو پا لیتا ہے کہ انجیل کا سارا خزانہ اور جلال اِسی میں مرتکز ہے۔ صلیب نئے عہدنامہ کی سوچ کا مرکز اور محور ہے۔ یہ مسیحی ایمان کا خصوصی نشان اور مسیحیت اور اُس کے ہدف نگاہ کی علامت ہے۔
>
> بے ایمان لوگ اِس کی قطعی حیثیت کا جس قدر انکار کرتے ہیں، ایمانداروں کو اِس میں اِسی قدر زیادہ گناہ اور دُکھوں کے بھید کی کلید دکھائی دیتی ہے۔ جب ہم مسلمانوں کے ساتھ مِل کر انجیل کو پڑھتے ہیں تو ہم پر زیادہ گہرے طور سے منکشف ہوتا کہ رسُول صلیب پر اتنا زور کیوں دیتے رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اگرچہ صلیب کی ٹھوکر موجود ہے مگر اِس کی مقناطیسی قُوت سے بچنا ممکن نہیں۔"(۱)

سوئٹزرلینڈ کے ایک ماہر علم الٰہیات ایمل برُنر صلیب کی مسیحی ایمان وعقیدہ میں اہمیت پر ان لفظوں میں روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) جان سٹاٹ، مسیح کی صلیب، صفحہ ۳۸، ۳۹، مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ، لاہور ۲۰۰۱ء

Marfat.com

''صلیب مسیحی ایمان، مسیحی کلیسیا اور یسوع مسیح کی معرفت مکاشفہ کا نشان ہے۔ اصلاح کلیسیا کی تحریک کہ ''فقط ایمان سے'' اور ''فقط خدا کے جلال کے لئے'' کی ساری جدوجہد دراصل ''صلیب'' کی درست اور صحیح تشریح وتفسیر کی جدوجہد تھی۔ جو شخص صلیب کے درست مفہوم کو سمجھ لیتا ہے، وہ بائبل مقدس کو سمجھ لیتا ہے، وہ یسوع مسیح کو سمجھ لیتا ہے۔ یہ تھی اصلاح کلیسیا کے علمبرداروں کی رائے''۔(۱)

اینگلیکن عالم بشپ سٹیفن نیل اپنی کتاب ''خدائے مجسم کی حقیقت'' میں ''یسوع اور تاریخ'' کے باب میں لکھتے ہیں:

''مسیحیت کے علم الٰہی کی تاریخ میں مسیح کی موت تاریخ کا مرکزی نقطہ ہے۔ ماضی کی تمام شاہراہیں اسی میں آ کر مل جاتی ہیں اور مستقبل کی تمام شاہرائیں یہیں سے شروع ہوتی ہیں۔''(۲)

اسی لیے پولس رسول لکھتے ہیں:

''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ تاکہ مسیح یسوع میں ابراہم کی برکت غیر قوموں تک بھی پہنچے اور ہم ایمان کے وسیلہ سے اُس روح کو حاصل کریں جسکا وعدہ ہوا ہے۔''(۳)

انسانیت کی نجات صرف دین مسیحیت میں ہے

عہد نامہ جدید کے مصنفین کے نکتہ نظر سے عالمِ انسانیت کی نجات صرف اور صرف مسیح کی صلیب میں ہے، یعنی مسیحی مذہب کو قبول کر لینے میں ہے۔ اسی ایک نکتہ پر پورے عہد نامہ جدید

---

(۱) جان سٹاٹ، مسیح کی صلیب، صفحہ ۴۳ مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ لاہور ۲۰۰۱

(۲) ایضاً، صفحہ ۸۰

(۳) گلیتوں کے نام خط، ۱۳:۳

Marfat.com

کی تعلیمات اور فلسفہ کی بنیاد ہے۔ آیئے اس حوالے سے چند مشہور آیات کا جائزہ لیتے ہیں۔
یسوع فرماتے ہیں:

﴿یسوع نے اُس سے کہا کہ راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔﴾ (۱)

مصنف انجیل یوحنا لکھتے ہیں:

﴿کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔﴾ (۲)

تبلیغ مسیحیت کے باب میں دُنیا بھر کے مسیحی مبلغین کی یہ سب سے پسندیدہ آیت ہے کیونکہ اس سے نہ صرف یسوع کی الوہیت ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نجات صرف اور صرف مسیح ہی کے وسیلے سے ممکن ہے، کسی اور مذہب سے نہیں خواہ وہ اسلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جان سی رائیل آیت کے الفاظ ''جو کوئی اس پر ایمان لائے'' کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''بے شک خُدا کی محبت قوی اور وسیع ہے اگر کوئی المسیح پر ایمان نہ لائے تو یہ اُس کے لیے بیکار ثابت ہوگی۔ خُدا تمام دُنیا سے محبت ضرور رکھتا ہے لیکن اِس دنیا میں وہ کسی کو بھی نجات نہیں دے گا جو اُسکے اکلوتے بیٹے پر ایمان لانے سے انکار کرے''۔ (۳)

یوحنا حواری آگے چل کر لکھتے ہیں:

---

(۱) انجیل یوحنا، ۶:۱۴

(۲) انجیل یوحنا، ۱۶:۳

(۳) یوحنا کی انجیل کی آیت بہ آیت تفسیر، صفحہ ۲۰۴، جان سی رائیل، مترجم عارف خان، صفحہ ۲۶، ناشر بیت الشمس مسیحی درسگاہ علم الہیاد، اسلام آباد

Marfat.com

''جو اُس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا۔ اسلیے کہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا۔''(۱)

جان سی رائیل اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص المسیح پر ایمان لانے سے انکار کرتا ہے وہ اس زندگی میں بھی خدا کے حضور سزا کی حالت میں ہے۔ شریعت شکنی کی وہ لعنت جس کے ہم سب حقدار ہیں ایسے شخص پر ہے۔ اُس کے گناہ اسی کے سر پر ہیں۔ وہ خدا کی نظر میں قصور وار اور مردہ ہے۔ نیز دوزخ اور اُس کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے''(۲)

پھر آگے چل کر ایک اور جرمن مفسر (Philippe Melancthon1497-1560) کو اپنی بات کی تائید میں لاتے ہیں:

''مفسر میلان کتھان (Melancthon) اپنی رائے دیتا ہے کہ ابتدا میں جب خُدا کی طراف سے سزا کا فتویٰ جاری ہوا تھا کہ ''تم ضرور مرو گے''۔ یہ فتوی آج بھی ہر اس شخص کے خلاف جو المسیح پر ایمان نہیں لاتا مکمل طور پر نافذ ہے اور واپس نہیں لیا گیا۔ لہذا کسی نئے حکم کی ضرورت نہیں۔ پس ہر وہ مرد یا عورت جو المسیح پر ایمان نہ لائے اس فتوی کی لعنت کے تحت ہے اور ایسے شخص پر پہلے ہی سزا کا حکم ہو چکا ہے''(۳)

---

(۱) انجیل یوحنا، ۱۸:۳

(۲) یوحنا کی انجیل کی آیت بہ آیت تفسیر، صفحہ ۲۰۷، جان سی رائیل، مترجم عارف خان، صفحہ ۶۲، ناشر بیت الشمس مسیحی درسگاہ علم الہیات، اسلام آباد

(۳) یوحنا کی انجیل کی آیت بہ آیت تفسیر، صفحہ ۲۰۸، جان سی رائیل، مترجم عارف خان، صفحہ ۶۲، ناشر بیت الشمس مسیحی درسگاہ علم الہیات، اسلام آباد

Marfat.com

پطرس یروشلم میں سرداروں، بزرگوں اور فقیہوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اور کسی دوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جسکے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔﴾ (۱)

پولس رسول لکھتے ہیں:

﴿اب اے بھائیو! میں تمہیں وہی خوشخبری جتائے دیتا ہوں جو پہلے دے چکا ہوں جسے تم نے قبول بھی کرلیا تھا اور جس پر قائم بھی ہو۔ اُسے کے وسیلہ سے تم کو نجات بھی ملتی ہے بشرطیکہ وہ جوشخبری جو میں نے تمہیں دی تھی یاد رکھتے ہو ورنہ تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہوا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لیے مُوا۔ اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتاب مقدس کے مطابق جی اُٹھا۔﴾ (۲)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

﴿اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔﴾ (۳)

مزید لکھتے ہیں:

﴿اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تمہاراایمان بے فائدہ ہے تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو۔ بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔﴾ (۴)

---

(۱) اعمال، ۴:۱۲

(۲) کرنتھیوں، ۱۵: ۱۔تا ۴

(۳) آیت: ۱۴

(۴) ایضاً، آیت ۱۷۔ ۱۸

Marfat.com

رومیوں کے نام خط میں پولس لکھتے ہیں:

''اسلئے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ مگر اسکے فضل کے سبب سے اُس مخلصی کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہوتا کہ جو گناہ پیشتر ہو چکے تھے اور جن سے خدا نے تحمل کر کے طرح دی تھی انکے بارے میں وہ اپنی راستبازی ظاہر کرے۔ بلکہ اس وقت اُسکی راستبازی ظاہر ہوتا کہ وہ خود بھی عادل رہے اور جو یسوع پر ایمان لائے اسکو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔''(۱)

ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

﴿لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مؤا۔﴾(۲)

معروف مسیحی مفسر ولیم میکڈونلڈ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں ایک مرتبہ پھر ہمیں اُسکے تجسم کے گہرے بھید کا سامنا ہے یعنی خدا کس طرح انسان کی خاطر مرنے کے لئے انسان بن سکتا ہے۔ اگر چہ وہ ''بیٹا'' ہے لیکن وہ بہت سے بیٹوں میں ایک نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بھی ''اس نے دکھ اٹھا اٹھا کر فرمانبرداری سیکھی''۔ وہ اس جہان میں بطور انسان داخل ہوا اور اسے وہ تجربات حاصل ہوئے جو اگر وہ آسمان میں رہتا تو کبھی حاصل نہ ہو سکتے تھے۔ ہر صبح باپ اُس کے کان کھولتا تھا کہ اُس دن کے لئے اپنی ہدایات اُس کے کانوں میں ڈالے (یسعیاہ ۵۰: ۴)۔ اُس نے بطور بیٹا جو کہ ہمیشہ ہی اپنے باپ کی مرضی کی اطاعت کرتا تھا تجرباتی طور پر ''فرمانبرداری سیکھی''۔''(۳)

(۱) رومیوں، ۳:۲۳ تا ۲۶

(۲) رومیوں، ۵:۸

(۳) ولیم میکڈونلڈ، تفسیر الکتاب، عبرانیوں کے نام خط، صفحہ ۴۰، مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ لاہور ۲۰۰۵

Marfat.com

ایک دوسرے مقام پر پولس لکھتے ہیں:

﴿کہ اگر تُو اپنی زبان سے یسوع کے خداوند ہونے کا اقرار کرے اور اپنے دل سے ایمان لائے کہ خدا نے اسے مردوں میں سے جِلایا تو نجات پائیگا۔ کیونکہ راست بازی کے لئے ایمان لانا دل سے ہوتا ہے اور نجات کے لئے اقرار منہ سے کیا جاتا ہے۔﴾ (۱)

معروف امریکی ماہر علم الٰہیات ایف ایف بروس اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

نجات بخش ایمان وہ ہے جو مسیح کے جی اٹھنے پر ہے۔ دیکھیے ا۔ کرنتھیوں ۱۵ : ۱۷ ''اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو''۔ (۲)

ان تمام آیات میں یہ بات واضح ہے کہ مسیحیت کے علاوہ خُدا کے نزدیک کوئی اور مذہب قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مسیح کا اقرار مگر اُس کی صلیب کا انکار بذاتِ خود مسیح کی ہی تعلیمات کا انکار سمجھا جائے گا۔

مسیحی عقیدے کے مطابق مسلمان جہنمی ہیں:

اس نکتہ نظر سے ہم مسلمان اگر مسیح کا اقرار کریں، آپ کی بن باپ کے معجزانہ پیدائش اور آپ کے معجزات کو مانیں، آپ پر نازل کی گئی کتاب انجیل کو نور اور ہدایت تسلیم کریں، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی عزت و تکریم کریں اور اُن کی عزت و ناموس پر لگائے گئے یہودی الزامات کو رد کریں، آپ کے حواریوں کی سیرت و کردار میں تقویٰ و طہارت پر ایمان رکھیں، مگر صلیب کا انکار کریں ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ - [النسآء ۱۵۷:۳]﴾ تو مسیحی عقیدے کے مطابق ہم مسلمان اُس وقت تک جہنمی رہیں گے جب تک کہ ہم اسلام کو خُدا حافظ کہ کر مسیحی عقیدے کو

(۱) رومیوں ۱۰:۹ تا ۱۰

(۲) ٹنڈیل سلسلہ تفاسیر، رومیوں کے نام کا خط، ایف ایف بروس، مترجم: جیکب سموئیل، مسیحی اشاعت خانہ لاہور، ص ۲۳۳

Marfat.com

نہ اپنالیں۔ یہ ایک خالصتاً مسیحی اعتقادی مسئلہ ہے جس سے کیتھولک یا پروٹسٹنٹ مسیحیت کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی مسیحی عالمِ دین انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی تاریخ بالخصوص صلیبی جنگوں کے دور میں مسلمانوں کو ایک مخصوص نکتہ نظر اور خاص الفاظ کے ساتھ یاد کیا جاتا رہا ہے۔

مسلمانوں کے لیے لفظ کافر، گند، خبیث قوم، وحشی لوگ، جانور وغیرہ کا استعمال:

قسطنطنیہ کی عثمانیوں کے ہاتھوں فتح کے بعد اُن کے زیر حکومت غیر مسلموں بالخصوص مسیحیوں کو مذہبی و معاشرتی آزادی میسر تھی۔ اِس کا اعتراف اُس دور کے مسیحی ومغربی مورخین نے بھی کیا ہے۔ اس اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو لفظ گند، کافر، خبیث قوم، جانور وغیرہ کے القابات سے بھی نوازا ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ کیرن آرم سٹرانگ لکھتی ہیں:

> ”۱۰۹۷ء میں ڈوریلیم میں ہونے والی جنگ میں فرینک فوجی ترک سپاہیوں کے ساتھ تعلق پر مان کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن صرف دو سال بعد ہی جب صلیبی جنگوں کے نتیجے میں یروشلم مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو ان کا رویہ ایسا تھا جیسے وہ مسلمان سپاہیوں کو شاید انسان کی حیثیت سے بھی تسلیم کرنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے فتح کے نشے میں چور مسلمان شہریوں کو اس بے دردی سے تہہ تیغ کیا کہ اس دور کے عیسائی بھی دہشت زدہ ہو گئے۔ اس کے بعد کے برسوں میں مسلمانوں کو زہریلے کیڑے تصور کیا جانے لگا کہ جنہیں تمام تر مقدس مقامات اور علاقوں سے ختم کر دینا ضروری تھا۔ صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں کے لئے کلیسیا کی طرف سے استعمال کیا جانے والا لفظ ”گند“ تھا۔“(۱)

---

(۱) کیرن آرمسٹرانگ، محمد ﷺ: ایک سیرۃ النبی، ص ۲۶، مطبوعہ فیونکس پریس لندن ۱۹۹۱ء

Marfat.com

مارٹن کروسیوس لکھتے ہیں:

''یہ تعجب کی بات ہے کہ ان وحشی لوگوں (یعنی ترکوں) میں اور ایسے بڑے اور گنجان شہر میں قتل و غارت کے واقعات سننے میں نہیں آتے اور کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوتی۔ ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان دوم اپنے درارالحکومت قسطنطنیہ کو تمام دنیا کا دارالامان کہتا ہے، کیونکہ جس قدر آفت زدہ لوگ ہیں، ان کو اس شہر میں پناہ ملتی ہے۔ سب کے ساتھ یکساں طور پر انصاف ہوتا ہے، خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، مسیحی ہو یا کافر (مسلمان)۔''(۱)

اسی قسم کا تبصرہ ایک انگریز سوداگر رچرڈ سٹیپر نے کیا ہے، جس نے ۱۵۷۸ء میں ترکی کا سفر کیا تھا۔ اس کا قول ہے:

''اگرچہ ترک بالعموم ایک بڑی خبیث قوم ہے، جو تاریکی میں رہتی ہے اس کے باوجود وہ تمام مسیحیوں کو جن میں یونانی اور لاطینی شامل ہیں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں اور اپنے ضمیر کا آزادی سے استعمال کریں۔ ان کی طرف سے مسیحیوں کو اجازت ہے کہ وہ قسطنطنیہ اور دوسرے بڑے شہروں میں اپنے گرجاؤں میں عبادت کریں۔ اس کے برعکس سپین میں بارہ برس کی اقامت کے بعد میں یہ بات سچے دل کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہم سپین میں نہ صرف کیتھولک فرقے کی رسومات کی پابندی کرنے پر مجبور تھے بلکہ ہمارا جان و مال بھی خطرے میں رہتا تھا۔''(۲)

ایک اور مسیحی مورخ کہتا ہے کہ مسیحیوں کا اسلامی حکومت میں خوش رہنا ایک کافرانہ جسارت ہے:

''میں نہایت تعجب سے سنتا ہوں کہ یہ بات صرف عام مسیحیوں ہی میں مشہور نہیں

---

(۱) پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، پریچنگ آف اسلام، ص ۱۵۴، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۷۲

(۲) ایضاً، ص ۱۶۲-۱۶۳

Marfat.com

ہے کہ ترکوں کی سلطنت میں رہنا اچھا ہے کیونکہ جب ایک ڈیوکٹ ادا کر دیا جاتا ہے تو مسیحی بالکل آزاد ہو جاتے ہیں اور ترک ان کو مذہبی آزادی دیتے ہیں اور وہ اپنے گرجاؤں میں عبادت کے لئے جا سکتے ہیں بلکہ اعلیٰ طبقے کے مسیحی بھی ایسے ہیں جن کو ترکوں کی بابت یہ اچھے خیالات رکھنے ہرگز مناسب نہ تھے لیکن وہ ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں گویا اپنی مصیبتوں پر خوش ہیں۔ یہ بات خطرناک ہی نہیں ہے بلکہ کافرانہ جسارت ہے اور سوائے بدعتی خیالات کے یہ حالت کسی اور چیز سے پیدا نہیں ہوتی۔ اس بات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسیحی اپنے مذہب سے برگشتہ ہو جائیں گے اور مسیحی دین سے اکھڑ جائیں گے۔''(۱)

سینٹ بونی فاس نے ۷۴۵ء میں اپنے مکتوب نمبر ۶۲ میں لکھا ہے:

''پس ایسا ہی ہوا۔ سپین اور جنوبی فرانس اور برگنڈی کے باشندوں کے حق میں جنہوں نے خدا کی اطاعت سے روگردانی کی تھی یہاں تک کہ خدائے قادر نے جو ان کے گناہوں کو دیکھ رہا تھا ان پر عذاب بھیجا اور یہ عذاب قانون الٰہی سے لاعلمی کی صورت میں اور عربوں کی شکل میں نازل ہوا تا کہ ان کو نیست و نابود کر دے۔۔۔ یہ ہماری گنہگاری کا نتیجہ ہے کہ سپین کی حکومت عربوں کے قبضے میں آ گئی ہے۔''(۲)

اسی طرح الوار لکھتا ہے:

''میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ عذاب ہم پر ہمارے ہی قصور کے سبب سے نازل ہوا ہے۔ ہاں بھائیو! یہ ہماری سہل نگاری، ہماری ناپاکی، ہمارے تلون اور ہمارے ہی اخلاق کی خرابی ہے جس نے ہمیں ان مصائب تک پہنچایا ہے۔ پس خدا نے جو انصاف کو عزیز رکھتا ہے اور جس کا چہرہ عدل دکھلاتا ہے ہمیں جانور (مسلمانوں) کے حوالے کر دیا ہے تا کہ وہ ہم کو نگل جائے۔''(۳)

(۱) ایضاً، ص ۱۶۲

(۲) ایضاً، ص ۱۳۹

(۳) ایضاً، ص ۱۳۹

Marfat.com

یولو گیوس لکھتا ہے:

''مذہبی معاملات میں بغیر کسی مداخلت کے ہم ان مسلمانوں میں آباد ہیں۔ اسلامی حکومت کی طرف سے کسی طرح کی سختی نہ تھی جس کے سبب مسیحی اپنے مذہب سے انکار کرتے یا اپنے مقدس دین کی پیروی سے باز رہتے۔ یحیٰ سا کن گورز جس نے دسویں صدی کے وسط میں سپین کی سیاحت کی تھی لکھتا ہے کہ ''اُس کی حکومت میں مسیحی آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی کرتے اور اپنے مال سے نفع اٹھاتے تھے۔'' سپین کے ایک اسقف نے یحیٰ سے مسیحیوں کی حالت یوں بیان کی: ''ہم اپنے گناہوں سے اس درجے کو پہنچے کہ اب کفار ہم پر حاکم ہیں، پالوس رسول کے حکم سے ہمارے لئے حاکم وقت کا مقابلہ کرنا ممنوع ہے لیکن ایک بات باعث تسکین ہے اور وہ یہ کہ ان تمام مصائب میں مسلمان ہم کو اپنے دین کی پیروی سے منع نہیں کرتے بلکہ وہ ایسے مسیحیوں پر جو اپنے مذہب کے سخت پابند ہیں مہربانی کرتے ہیں اور ان سے رسم دوستی پیدا کرتے ہیں ان سے مل کر خوش ہوتے ہیں اور جب تک یہ برا وقت ہم پر ہے ہم نے اس کو قرین مصلحت جانا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہمارے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا تو باقی باتوں میں بھی ہم ان کی فرمان برداری کریں۔ ان کے احکام کی جہاں تک وہ ہمارے دین میں مخل نہ ہوں تعمیل کریں۔''(۱)

آیئے اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں:

مسیحیت میں مرتد لعنتی اور جہنمی ہے:

اگر کوئی مسیحی موجودہ مسیحیت کے عقائد ونظریات سے توبہ کر کے اسلام یا کوئی اور مذہب قبول کر لیتا ہے تو عہد نامہ جدید اور کلیسا کی تعلیمات مطابق وہ شخص مرتد، لعنتی اور جہنمی تصور ہوگا۔ آپس کے شدید فرقہ وارانہ اختلافات کے باوجود اس نکتہ پر پوری دنیا کے تمام مسیحی فرقے متفق

(۱) پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، پریچنگ آف اسلام، ص ۱۴۱، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۷۲

Marfat.com

ہیں: چنانچہ پولس رسول لکھتے ہیں:

''پس آؤ مسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھائیں اور مردہ کاموں سے توبہ کرنے اور خدا پر ایمان لانے کی۔ اور بپتسموں اور ہاتھ رکھنے اور مردوں کے جی اٹھنے اور ابدی عدالت کی تعلیم کی بنیاد دوبارہ نہ ڈالیں۔ اور خُدا چاہے تو ہم یہی کرینگے۔ کیونکہ جن لوگوں کے دل ایک بار روشن ہو گئے اور وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے اور روح القدس میں شریک ہوگئے۔ اور خدا کے عمدہ کلام اور آیندہ جہان کی قوتوں کا ذائقہ لے چکے۔ اگر وہ برگشتہ ہوجائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے اسلئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں۔ کیونکہ جو زمین اُس بارش کا پانی پی لیتی ہے جو اُس پر بار بار ہوتی ہے اور انکے لئے کارآمد سبزی پیدا کرتی ہے جنکی طرف سے اسکی کاشت بھی ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے برکت پاتی ہے۔ اور اگر جھاڑیاں اور اونٹ کٹارے اگاتی ہے تو نامقبول اور قریب ہے کہ لعنتی ہو اور اسکا انجام جلایا جانا ہے۔''(۱)

بائبل مفسر ڈونلڈ گتھری ان آیات کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''برگشتگی کا تصور ایک ایسے یونانی لفظ سے بیان کیا گیا ہے جو نئے عہدنامہ میں صرف اسی جگہ آیا ہے۔ اس کے مادہ کے معنی کسی مسلمہ معیار سے گر جانے یا مسلمہ راستہ سے ہٹ جانے کے ہیں۔ اور بعد میں آنے والا بیان واضح کر دیتا ہے کہ یہ برگشتگی ناقابل اصلاح ہے۔ کہا گیا ہے کہ'' وہ خُدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کرتے ہیں۔'' مصنف برگشتگی کی اس سنجیدگی کی نزاکت اور المناکی کو اس سے زیادہ زور دار الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ جب وہ سوچ رہا ہے کہ یسوع مسیح کے دشمنوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا تو دراصل دیکھ رہا ہے کہ جو اس سے پھر جاتے ہیں وہ بھی اس کے برابر کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ

---

(۱) عبرانیوں، ۶:۱ تا ۸

Marfat.com

یہ بھی سوچتا ہوگا کہ یہ برگشتہ افراد ان لوگوں سے زیادہ مستوجب سزا ہیں جو پکار پکار کر کہتے تھے کہ ''اسے صلیب دے! اسے صلیب دے!'' ان کو تو مسیح کے وسیلہ سے خدا کے عجیب فضل کی خبر تک نہ تھی۔ جو بھی مسیحیت کو چھوڑ کر دوبارہ یہودیت کی طرف پھر جاتا ہے وہ نہ صرف اپنے آپ کو یہودی بے اعتقادی کے مشابہ ٹھہراتا ہے بلکہ اس کینہ میں بھی شامل ہو جاتا ہے جس کے باعث انہوں نے یسوع کو مصلوب کیا تھا۔ ''اپنی طرف سے'' کے الفاظ واضح کر دیتے ہیں کہ مسیح کو مصلوب کرنے کی پوری ذمہ داری انہیں قبول کرنی ہے۔ علاوہ ازیں مصنف واضح کرتا ہے کہ اس فعل کا نتیجہ مسیح کو ''علانیہ ذلیل کرنا'' ہے۔ برگشتہ ہو جانے والوں کو مصنف نے نمایاں طور پر ان لوگوں کے مماثل ٹھہرایا ہے جنکی نفرت اور کینہ نے مسیح کو گھناؤنی رومی صلیب پر حقارت اور تذلیل کا تماشا بنا دیا تھا۔ ان لوگوں کی ملامت اتنی زبردست ہے اور یہ ایسے مردود ہیں کہ بیان کرنا ممکن نہیں۔ ان کے سخت اور سنجیدہ اعمال اس بات کے گواہ ہیں۔ ان کا کینہ اور عداوت مستقل اور لا علاج ہے۔''(۱)

معروف امریکی بائبل مفسر ایف ایف بروس آیت ۴ ﴿اور خُدا چاہے تو ہم یہی کرینگے۔ کیونکہ جن لوگوں کے دل ایک بار روشن ہو گئے اور وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے اور روح القدس میں شریک ہوگئے﴾ کی تفسیر اسطرح کرتے ہیں:

''اب ہم برگشتگی کے بارے میں تنبیہ کے مرکز پر پہنچ گئے ہیں۔ اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کو توبہ کے لئے بحال کرنا ''ناممکن'' ہے۔ بظاہر تو انہوں نے توبہ کی تھی (اگرچہ یہاں اُن کے مسیح پر ایمان کا ذکر نہیں ہے)۔ یہاں پر صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ توبہ کی تجدید ناممکن ہے۔''(۲)

(۱) ٹنڈیل سلسلہ تفاسیر، عبرانیوں کے نام کا خط، ڈونلڈ گتھری، مترجم جیکب سموئیل، مسیحی اشاعت خانہ لاہور، ص ۱۶۲۔۱۶۳

(۲) ٹنڈیل سلسلہ تفاسیر، عبرانیوں کے نام کا خط، ایف ایف بروس، مترجم جیکب سموئیل، مسیحی اشاعت خانہ لاہور، ص ۴۴

Marfat.com

پھر آیت ۶ ﴿ اگر وہ برگشتہ ہوجائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے اسلئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''اگر وہ مذکورہ بالا مراعات سے لطف اندوز ہونے کے بعد ''برگشتہ ہوجائیں'' تو پھر انہیں ''توبہ کے لئے نیا بنانا'' ناممکن ہے۔ وہ ارتداد کے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ اس مقام تک پہنچ گئے ہیں جو انہیں جہنم کا راستہ دکھاتا ہے۔
>
> معجزوں کی عظیم خطاؤں کو ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ''وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں''۔ (آیت ۲ آخری حصہ)۔ یہ مسیح کو دیدہ دانستہ رد کرنا ہے نہ کہ بے توجہی سے اُس کی پروانہ کرنا۔ یہ اس سے قطعی طور پر غداری کرنا، اُس کی مخالف قوتوں میں شامل ہونا اور اس کی شخصیت اور کاموں کا تمسخر اڑانا ہے۔''(۱)

پھر انہیں آیات (عبرانیوں ۶:۱ تا ۸) کی مذید تفسیر ''انحراف یا ارتداد'' کے عنوان کے تحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''منحرف وہ لوگ ہیں جو انجیل کی خوشخبری کو سنتے، مسیحی ہونے کا اقرار کرتے، کلیسیا میں شامل ہوتے، لیکن پھر وہ اپنے ایمان کا انکار کرتے، فیصلہ کن انداز میں مسیح کو رد کرتے، مسیحی رفاقت کو ترک کر دیتے اور خداوند یسوع مسیح کے دشمنوں کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔ ارتداد ایسا گناہ ہے جس کے مرتکب صرف بے ایمان ہی ہو سکتے ہیں۔ اس کے مرتکب دھوکا کھانے والے نہیں ہوتے بلکہ وہ جانتے بوجھتے، ارادۃً اور کینہ پروری سے خداوند کے خلاف ہو جاتے ہیں۔''(۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

> ''مجھے یقین ہے کہ ارتداد بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ وہ گناہ جو موت کی طرف لے

---

(۱) ایضاً، صفحہ ۴۵۔۴۶

(۲) ایضاً، ۴۶

Marfat.com

جاتا ہے اور جس کا ذکر ا۔یوحنا ۵: ۱۶ میں ملتا ہے۔یوحنا رسول اس لوگوں کے بارے میں لکھ رہا ہے جو بظاہر ایمان دار تھے اور مقامی کلیسیا کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ پھر انہوں نے عنا سطی تعلیمات کو قبول کر لیا اور مسیحی رفاقت کو بڑی حقارت سے ترک کر دیا۔ان کا دیدہ دانستہ چلے جانا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ حقیقتاً نئے سرے سے پیدا نہیں ہوئے تھے (ا۔یوحنا ۲:۱۹)۔ وہ یسوع کا مسیح ہونے سے کھلے عام انکار کرنے کے باعث (ا۔یوحنا ۲: ۲۲) ایک ایسے گناہ کے مرتکب ہو رہے تھے جو موت کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے بحال ہونے کے لئے دعا کرنا بے فائدہ تھا۔''(۱)

''جب بعض سنجیدہ مسیحی عبرانیوں باب ۶ اور اسی قسم کے دوسرے حوالے پڑھتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ ابلیس اس قسم کی آیات کو خاص طور پر ان ایمانداروں کو پریشان کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے جو جسمانی، ذہنی یا جذباتی مشکلات کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ مسیح سے برگشتہ نہ ہو گئے ہوں اور کہ ان کے بحال ہونے کی کوئی امید نہیں۔ وہ پریشان ہوتے ہیں کہ وہ مخلصی کے مقام سے دور ہٹ چکے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا فکر مند ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مرتد نہیں ہیں۔ ایک مرتد کو ایسی فکر مندی نہیں ہوتی۔ وہ بڑی ڈھٹائی سے مسیح کو رد کرتا ہے۔

اگر ارتداد کے گناہ کا اطلاق ایمان داروں پر نہیں ہو سکتا تو پھر ہمارے زمانہ میں اس کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟ ایسے شخص پر جو سچائی کا پورا علم رکھنے کے باوجود دیدہ دانستہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ مکمل طور پر مسیح کو رد کر دیتا ہے اور مسیحی ایمان کی ہر ایک بنیادی تعلیم کو بڑی نفرت سے پاؤں تلے روند دیتا ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ ایسے شخص کو توبہ کے لئے نیا بنانا ناممکن ہے اور تجربہ بائبل کی تصدیق کرتا ہے۔ ہم بہت سے ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو مسیح سے منحرف ہو گئے لیکن ہم کسی ایسے کو

(۱) یوحنا، ۵:۱۶

Marfat.com

نہیں جانتے جو واپس آیا ہو۔''(۱)

پھر آیت ۸ '' اور اگر جھاڑیاں اور اونٹ کٹارے اگاتی ہے تو نامقبول اور قریب ہے کہ لعنتی ہو اور اسکا انجام جلایا جانا ہے'' کی تفسیر ان لفظوں میں کرتے ہیں:

''مرتد بھی اُس زمین کی مانند ہے جسے کافی پانی دیا گیا لیکن وہ گناہ کے پھل ''جھاڑیاں اور اونٹ کٹارے'' کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتی۔ وہ حاصل تو کرتی ہے لیکن کارآمد فصل پیدا نہیں کرتی۔ اس قسم کی زمین بے فائدہ ہے۔ اس پر پہلے ہی سزا کا حکم ہو چکا ہے۔''اس کا انجام جلایا جانا ہے''۔ (۲)

یہاں ایک دلچسپ نکتہ بیان کرنا بھی مفید ہوگا کہ مسیحی تاریخ میں ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ میں چلے جانے کو بھی ارتداد ہی سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ کیتھولک فرقے سے پروٹسٹنٹ فرقے میں جانے والوں کو مسیح کے غدار اور مرتد اور لعنتی قرار دے کے زندہ جلانے کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اور اِن مرتد افراد کو پولس کے اِس فرمان کے تحت زندہ جلایا جاتا رہا ہے: ''اور اُسکا انجام جلایا جانا ہے۔''(۳)

پولس رسول آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

''کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھالیگی۔ جب موسٰی کی شریعت کا نہ ماننے والا دو یا تین شخصوں کی گواہی سے بغیر رحم کیے مارا جاتا ہے۔ تو خیال کرو کہ وہ شخص کس قدر زیادہ سزا کے لائق ٹھہرے گا جس نے خدا کے بیٹے کو پامال کیا اور عہد کے خون کو جس سے وہ پاک ہوا تھا ناپاک جانا اور فضل کے روح کو بے عزت کیا۔''(۴)

(۱) ایضا، ۴۶-۴۷

(۲) ایضا، ۴۸

(۳) عبرانیوں، ۶:۱ تا ۸

(۴) عبرانیوں ۱۰:۲۶ تا ۲۹

Marfat.com

شریعتِ موسوی میں مرتد کی سزا

پولس رسول کی اس بات سے ایک اور نکتہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ شریعتِ موسوی میں بھی مرتد کی سزا قتل ہے اور پولس رسول مسیحیت میں مرتد کی سزا کو اُس سے بھی شدید تر گردانتے ہیں اور اُسے لعنتی اور جہنمی کہتے ہیں۔(۱) موسوی شریعت کا حوالہ جس کی طرف پولس اشارہ فرما رہے ہیں وہ یہ ہے:

''اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جنکو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو۔ اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلک میں سے کسی کی جنکا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا پوجا اور پرستش کی ہو۔ اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے تو تُو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا۔ تو تُو اُس مرد یا اُس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور انکو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔ جو واجب القتل ٹھہرے وہ دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے مارا جائے۔ فقط ایک ہی آدمی کی گواہی سے وہ مارا نہ جائے۔ اسکو قتل کرتے وقت گواہوں کے ہاتھ پہلے اس پر اُٹھیں اسکے بعد باقی سب لوگوں کے ہاتھ۔ یوں تُو اپنے درمیان سے شرارت کو دور کیا کرنا۔'' (۲)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹا یا بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جسکو تُو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے کہ چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں جن سے تُو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں۔ یعنی اُن لوگوں کے دیوتا جو تمہارے اردگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں یا تجھ سے دور

---

(۱) عبرانیوں، ۶:۱ تا ۸

(۲) استثناء، ۱۷:۲۔۷

Marfat.com

زمین کے اِس سرے سے اُس سرے تک بسے ہوئے ہیں۔ تو تُو اِس پر اُسکے ساتھ رضا مند نہ ہونا اور نہ اُسکی بات سننا۔ تُو اُس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اُس کی رعایت کرنا اور نہ اُسے چھپانا۔ بلکہ تُو اُس کو ضرور قتل کرنا اور اُس کو قتل کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اُس پر پڑے۔ اُسکے بعد سب قوم کا ہاتھ۔ اور تُو اُسے سنگسار کرنا تا کہ وہ مر جائے کیونکہ اُس نے تجھ کو خداوند تیرے خدا سے جو تجھ کو ملکِ مصر یعنی غُلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کرنا چاہا۔ تب سب اسرائیل سنکر ڈرینگے اور تیرے درمیان پھر ایسی شرارت نہیں کرینگے۔''(۱)

چوبیس ہزار مرتدین کا قتل عام

''اور اسرائیلی شطیم میں رہتے تھے اور لوگوں نے موآبی عورتوں کے ساتھ حرامکاری شروع کر دی۔ کیونکہ وہ عورتیں ان لوگوں کو اپنے دیوتاؤں کی قربانیوں میں آنے کی دعوت دیتی تھیں اور یہ لوگ جا کر کھاتے اور اُن کے دیوتاؤں کو سجدہ کرتے تھے۔ یُوں اسرائیلی بعل فغور کو پوجنے لگے۔ تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا قوم کے سب سرداروں کو پکڑ کر خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ دے تا کہ خداوند کا شدید قہر اسرائیل پر سے ٹل جائے۔ سو مُوسیٰ نے بنی اسرائیل کے حاکموں سے کہا کہ تمہارے جو جو آدمی بعل فغور کی پوجا کرنے لگے ہیں انکو قتل کر ڈالو۔ اور جب بنی اسرائیل کی جماعت خیمہ اجتماع کے دروازہ پر رو رہی تھی تو ایک اسرائیلی موسیٰ اور تمام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک مدیانی عورت کو اپنے ساتھ اپنے بھائیوں کے پاس لے آیا۔ جب فینحاس بن الیعزر بن ہارون کاہن نے یہ دیکھا تو اس نے جماعت میں سے اُٹھ ہاتھ میں ایک برچھی لی۔ اور اُس مرد کے پیچھے جا کر خیمہ کے اندر گھسا اوور اُس اسرائیلی مرد اور اُس عورت دونوں کا پیٹ چھید دیا۔ تب بنی اسرائیل میں سے وبا جاتی رہی۔ اور جتنے اس وبا سے مرے اُن کا شمار چوبیس ہزار تھا۔''(۲)

---

(۱) استثناء، ۱۳: ۶ تا ۹

(۲) گنتی ۲۵: ۱ تا ۹

Marfat.com

تین ہزار مرتدین کا قتل عام

''جب موسیٰ نے دیکھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے کیونکہ ہارون نے انکو بے لگام چھوڑ کر انکو انکے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا۔ تو موسیٰ نے لشکر گاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا جو جو خداوند کی طرف ہے وہ میرے پاس آ جائے۔ تب سب بنی لاوی اسکے پاس جمع ہو گئے۔ اور اس نے ان سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو۔ اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا۔ چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً تین ہزار مرد کھیت آئے۔''(۱)

ایک مودبانہ گذارش

عہد نامہ قدیم اور جدید میں ایسے کئی اور حوالے موجود ہیں جن میں یہودی اور مسیحی مذہب سے انحراف یا ارتداد کو ناقابل قبول قرار دیا گیا ہے۔ پولس رسول نے تو قرب قیامت اور دجال کی آمد کی علامات میں سے ''ارتداد'' کو واضح علامت قرار دیا ہے:

''کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا کیونکہ وہ دِن نہیں آئے گا جب تک کہ پہلے برگشتگی نہ ہو اور وہ گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا فرزند ظاہر نہ ہو۔ جو مُخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خُدا یا معبُود کہلاتا ہے اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خُدا کے مقدِس میں بیٹھ کر اپنے آپ کو خُدا ظاہر کرتا ہے۔ کیا تُمہیں یاد نہیں کہ جب میں تُمہارے پاس تھا تو تُم سے یہ باتیں کہا کرتا تھا؟۔ اب جو چیز اُسے روک رہی ہے تا کہ وہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو اُس کو تُم جانتے ہو۔ کیونکہ بے دِینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے مگر اب ایک روکنے والا ہے اور جب تک وہ دُور نہ کِیا جائے روکے رہے گا۔ اُس وقت وہ بے دِین

(۱) خروج، ۳۲: ۲۵-۲۸

Marfat.com

ظاہر ہوگا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلی سے نیست کرے گا۔ اور جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ۔ اور ہلاک ہونے والوں کے لیے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی اس واسطے کہ انہوں نے حق کی محبت کو اختیار نہ کیا جس سے اُن کی نجات ہوتی۔ اسی سبب سے خدا اُن کے پاس گمراہ ہونے والی تاثیر بھیجے گا تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں۔ اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب سزا پائیں۔"(۱)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارتداد کی مختلف شکلوں کو "موت کی سزا کے لائق" گردانا ہے:

"کیونکہ خدا کا غضب اُن آدمیوں کی تمام بے دینی اور ناراستی پر آسمان سے ظاہر ہوتا ہے جو حق کو ناراستی سے دبائے رکھتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ خدا کی نسبت معلوم ہوسکتا ہے وہ ان کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لئے کہ خدا نے اس کو ان پر ظاہر کردیا۔ کیونکہ اس کی اَن دیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قدرت اور اُلوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہوکر صاف نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو کچھ عذر باقی نہیں۔ اس لئے کہ اگرچہ انہوں نے خدا کو جان تو لیا مگر اُس کی خدائی کے لائق اُس کی تمجید اور شکرگزاری نہ کی بلکہ باطل خیالات میں پڑ گئے اور اُن کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بیوقوف بن گئے۔ اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔ اس واسطے خدا نے ان کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق اُنہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا کہ اُن کے بدن آپس میں بے حرمت کیے جائیں۔ اس لیے کہ انہوں نے خدا کی سچائی کو بدل کر جھوٹ بنا ڈالا اور مخلوقات کی زیادہ پرستش اور عبادت کی بہ نسبت اس خالق کے جو ابد تک محمود ہے، آمین۔ اسی سبب سے خدا نے اُن کو گندی شہوتوں میں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اُن کی عورتوں نے

(۱) تھسلنیکیوں، ۲: ۳ تا ۱۲

Marfat.com

اپنے طبعی کام کو خِلاف طبع کام سے بدل ڈالا۔ اِسی طرح مرد بھی عورتوں سے طبعی کام چھوڑ کر آپس کی شہوت سے مست ہوگئے یعنی مردوں نے مردوں کے ساتھ رُوسیاہی کے کام کرکے اپنے آپ میں اپنی گمراہی کے لائق بدلہ پایا۔ اور جس طرح اُنہوں نے خدا کو پہچاننا ناپسند کِیا اُسی طرح خدا نے بھی ان کو ناپسندِیدہ عقل کے حوالہ کردِیا کہ نالائق حرکتیں کریں۔ پس وہ ہر طرح کی ناراستی بدی لالچ اور بدخواہی سے بھر گئے اور حسد خونریزی جھگڑے مکّاری اور بغض سے معمور ہوگئے اور غیبت کرنے والے۔ بدگو۔ خدا کی نظر میں نفرتیٔ اوروں کو بے عِزت کرنے والے مغرور شیخی باز بدیوں کے بانی ماں باپ کے نافرمان۔ بیوقوف عہد شکن طبعی محبت سے خالی اور بے رحم ہوگئے۔ حالانکہ وہ خدا کا یہ حکم جانتے ہیں کہ اَیسے کام کرنے والے مَوت کی سزا کے لائق ہیں۔ پھر بھی نہ فقط آپ ہی اَیسے کام کرتے ہیں بلکہ اَور کرنے والوں سے بھی خوش ہوتے ہیں۔"(۱)

مختصرا یہاں ہم پاکستان کے بعض مسیحی "علمائے دین" کی خدمت میں یہ مودبانہ گزارش کریں گے کہ وہ "دانشوروں" اور "ماہرین انسانی حقوق" کے شانہ بشانہ انسانی حقوق کی جنگ لڑنے کے نام پر اسلام میں مرتد کی سزا پر عتراضات کرنے سے پہلے ذرا اپنے مذہب پر بھی نظر ثانی فرمالیں۔

(۱) رومیوں، ۱:۱۸ تا ۳۲

Marfat.com

Marfat.com

۳

اِسلام کا تصورِ نجات

قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ
وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○﴾

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو
تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ
معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے ○

[سورہ آل عمران ۳:۳۱]

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کے تصورِ نجات کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ شریعت محمدیہ کے آنے کے بعد اب پچھلی شریعتوں پر عمل منسوخ ہو گیا ہے۔ اب نجات صرف اور صرف اسلام میں ہی ہے۔ اِس دنیا میں نیکی اور بدی کا معیار، روزِ قیامت اعمال کے مقبول اور نامقبول ہونے کا دار و مدار صرف اور صرف دین اسلام اور شریعت محمدی ہی ہے۔

تصورِ نجات میں ایمان اور اعمال کا باہمی تعلق

سزا اور جزا کا تعلق اعمال میں کوتاہی سے ہے۔ اچھے اعمال پر جزا اور بُرے اعمال پر سزا اسلامی تصورِ نجات کا جزو ضرور ہے مگر تصورِ نجات اصلِ ایمان کی بنیاد پر ہے۔ اگر کسی سے اعمال میں کوتاہی ہو گئی مگر ایمان سلامت رہا تو روزِ آخرت بچ گیا، ایمان گیا تو روزِ آخرت اچھے اعمال بھی کام نہیں آئیں گے، دنیا میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کے اچھے اعمال کا صلہ دنیا میں نیک نامی، شہرت اور معاشی منافع کی شکل میں مل جائے گا مگر آخرت میں سزا و جزا کا دارومدار اصلِ ایمان کے اردگرد گھومے گا۔

اصلِ ایمان، نقصِ ایمان اور کمالِ ایمان

اسلام میں اعمال کی حیثیت ایمان کے حوالے سے متعین ہے۔ بغیر ایمان اچھے اعمال دُنیاوی نیک نامی اور شہرت کے لیے تو فائدہ دیتے ہیں مگر روزِ آخرت کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔ روز آخرت اعمال ایمان کی بنیاد پر پرکھیں جائیں گے۔ نجات کے لیے اصلِ ایمان کا محفوظ ہونا ضروری ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اِس پر بڑی خوبصورت گفتگو فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''محافلِ میلاد کا مقصد حضور ﷺ کی ذات کی محبت پر ارتکاز (focus) کرنا ہوتا ہے۔ اگر حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کمزوری رہ گئی تو بندہ ناقص الایمان ہو جاتا ہے۔ مگر حضور ﷺ کی محبت اگر اُس کے دِل سے خارج ہوگئی تو وہ خارج از ایمان ہو جائے گا۔ یہ نکتہ سیکڑوں کتب کا نچوڑ ہے جو سیکڑوں کتب کے مطالعہ کے بعد ہی سمجھ آئے گا۔ پچھلی ہزار سالہ تاریخ میں یہ بات علی التحقیق لکھی جاتی رہی ہے۔ یہ وہ بات ہے جسے امام ابو منصور ماتریدی نے 'کتاب التوحید' اور 'تاویلات اہل السنۃ' میں، امام ابو الحسن اشعری نے اپنی کتب 'الابانۃ' اور 'مقالات الاسلامیین' میں، امام طحاوی نے 'العقیدۃ الطحاویۃ' میں، امام نسفی نے 'تبصرۃ الادلۃ' اور اپنے عقائد نسفیہ میں؛ الغرض امام غزالی، علامہ تفتازانی، ابن العز الحنفی اور جتنے ائمہ علم نے عقیدہ، اُصولِ دین اور علم الکلام پر لکھا ہے، خواہ وہ 'شرح المواقف' ہو یا 'شرح المقاصد' میں، علامہ شہرستانی ہوں یا امام الجوینی ہوں الغرض ایک طویل فہرستِ کتب ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان اور کتاب الاحسان کو دیکھ لیں اور اُن کے 'مجموع الفتاوی' میں درجنوں مقامات پر آپ کو یہ بات ملے گی۔ علامہ ابن القیم کو پڑھ لیں۔ الغرض ہر مذہب کے علما کو پڑھ لیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کو پڑھ لیں، امام قسطلانی کو پڑھ لیں، قاضی عیاض کو پڑھ لیں۔ جمیع اہل سنت (یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے اہل علم، متکلمین، ائمہ عقائد سب کو جب پڑھیں گے تو یہ بات ایک طے شدہ اصول کے تحت ملے گی۔

اور وہ بات یہ ہے خوارج کے عقیدہ کے مطابق اگر حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل میں نقص رہ جائے، انسان سے صغائر و کبائر کا صدور ہو جائے تو وہ کافر اور خارج از اِسلام ہو جائے گا اور وہ دائمی جہنمی ہوگا۔ معتزلہ بھی گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کو خارج از اسلام کہتے تھے مگر اُسے کافر نہیں کہتے تھے۔ معتزلہ کہتے تھے: المنزلۃ بین المنزلتین یعنی ایمان سے خارج ہے مگر کفر میں داخل نہیں۔ ایمان اور کفر کے درمیان ایک مقام ہے جہاں پر وہ ہے یعنی اسلام سے خارج ہے اور ابھی کفر میں داخل نہیں ہوا۔ مگر خوارج اور معتزلہ دونوں ایک نکتہ پر متفق تھے کہ

Marfat.com

گناہوں کا ارتکاب کرنے والا انسان کہ جس میں تعلیماتِ محمدی پر عمل کرنے کی کمزوری رہ گئی وہ اِسلام سے خارج ہے۔

اہل سنت کے عقائد میں تیرہ سو سال سے خواہ وہ اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ ہوں، احناف ہوں یا مالکیہ، شوافع ہوں یا حنابلہ، بالاجماع کسی کا بھی خوارج اور معتزلہ کے جیسا عقیدہ نہیں رہا۔ بلکہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل میں نقص رہ گیا ہو، گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہو تو وہ پھر بھی داخلِ ایمان ہے مگر اُس کو ناقص الایمان کہیں گے یعنی اُس کا ایمان ناقص ہے کامل نہیں۔ لہٰذا وہ اُس گناہ کی سزا بھگتے گا۔ جہنم میں جائے گا یا جا سکتا ہے، دونوں باتیں ہیں۔ اُس کا حق ہے کہ جہنم میں جائے مگر یہ اللہ کا حق ہے کہ چاہے تو جہنم میں جانے دے یا پھر اپنے فضل اور حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دے مگر اُس کا استحقاق جہنم اور دوزخ ہے۔ درحقیقت ہوگا کیا؟ یہ اللہ کی مشیت پر مبنی ہے: اہل سنت کے تمام مذاہب (حنفی، شافعی، حنابلی، مالکی) کے نزدیک ہمیشہ یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ اگر عمل میں کمی رہ گئی ہے تو بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، کافر نہیں ہوتا مگر ناقص الایمان ہوتا ہے۔''

شیخ الاسلام کی یہ بات کہ ''اُس کا حق ہے کہ جہنم میں جائے مگر یہ اللہ کا حق ہے کہ چاہے تو جہنم میں جانے دے یا پھر اپنے فضل اور حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دے مگر اُس کا استحقاق جہنم اور دوزخ ہے۔ درحقیقت ہوگا کیا؟ یہ اللہ کی مشیت پر مبنی ہے۔'' اِس پر قرآن پاک کی یہ آیت نص ہے

﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (۱)

''بے شک اللہ اس (بات) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ) اس سے نیچے ہے جس کے لیے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔''

(۱) النساء، ۴: ۱۱۶

Marfat.com

آپ پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لیکن اگر حضور ﷺ کی محبت اُس کے دِل سے نکل گئی، آپ ﷺ کی ذات سے کٹ گیا، آپ کے ادب، تعظیم و توقیر سے پھر گیا تو وہ شخص ناقص الایمان نہیں ہوگا بلکہ وہ کافر ہو جائے گا اور دائمی جہنمی بن گیا۔ اِس پر سب ائمہ کا اجماع ہے۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی محبت دِل میں رکھتا ہے مگر عمل میں کمزور ہے تو وہ اصلِ ایمان سے محروم نہیں بلکہ کمالِ ایمان سے محروم ہے، اِسے ناقص الایمان کہتے ہیں۔ حضور ﷺ پر ایمان اور ادب و تعظیم سے اصلِ ایمان بچتی ہے۔ وہ شخص جس کی اِیمان محفوظ ہو اور اُسے اعمالِ صالحہ کی صورت میں نفع بھی ملے اُسے کامل الایمان کہیں گے۔ جو تعلیمات میں کم اور کمزور رہ جاتے ہیں اُن کا کم از کم اصل ایمان تو محفوظ ہے۔ جو لوگ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ پر ایمان اور محبت و ادبِ نبوی سے محروم ہیں اور سارا زور صرف اعمالِ صالحہ پر ہی دیتے ہیں وہ ایمان سے خارج تو ہیں ہی، اُن کے اعمال صالحہ بھی کسی کام نہیں آئیں گے۔ قیامت کے دِن جب نامہ اعمال کھلے گا اُن کے اعمال میں ایمان کی رتی نہیں ہوگی۔ حکم الٰہی ہوگا کہ اِن کو اُٹھا کر کفار کے ساتھ جہنم میں پھینک دو۔ ایمان و اعمال کے باہمی تعلق کے اِس اصول پر یہ نصِ قرآنی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٥﴾ (الحجرات، ۴۹: ۱۔۲) 'اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول ﷺ کی بے ادبی نہ ہوجائے)، بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے٥ اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور

Marfat.com

تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہوo۔" (۱)

اسلام میں تو آخرت کی زندگی قبر سے ہی شروع ہوجاتی ہے اور قبر میں بھی عذاب وثواب کا حتمی فیصلہ رسالت محمدی پر ایمان کے حوالے سے ہی ہوگا۔ چنانچہ متفق علیہ حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کو (مرنے کے بعد) جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (تدفین کے بعد واپس) لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سن رہا ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں: تو اس ہستی (یعنی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (کامل) بندے اور اس کے (سچے) رسول ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: (اگر تو انہیں پہچان نہ پاتا تو) جہنم میں (تیرا جو ٹھکانہ ہوتا) اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے (معرفتِ مصطفیٰ ﷺ کے صلہ میں) اُسے جنت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں مقامات کا مشاہدہ کرے گا۔ اگر (مرنے والا) منافق یا کافر ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا: تو اس ہستی (یعنی سیدنا محمد ﷺ) کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہے گا: مجھے تو معلوم نہیں، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا: نہ تو نے انہیں جاننے کی کوشش کی اور نہ ماننے کی۔ (اس غفلت اور عدم پہچان پر) اُسے لوہے کا گُرز مارا جاتا ہے تو وہ (شدت تکلیف) سے چیختا چلاتا ہے جسے سوائے جنات اور انسانوں کے قریب والی مخلوق سنتی ہے (آگے دلائل میں یہ حدیث اپنے مکمل عربی متن اور حوالوں کے ساتھ آرہی ہے)۔

بہرحال رسالت اور ادب و تعظیمِ محمدی کا انکار کرکے نجات ممکن نہیں خواہ ساری عمر اچھے اعمال سے بھری پڑی ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْo﴾ (۲)

(۱) قرآنی قسمیں اور عظمتِ مصطفی ﷺ، خطاب میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس ۲۰۱۱، بریڈ فورڈ، برطانیہ، خطاب نمبر Eb-19

(۲) محمد، ۴۷: ۱

Marfat.com

''جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا (تو) اللہ نے ان کے اعمال (اخروی اجر کے لحاظ سے) برباد کر دیے۔''

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ○﴾ (۱)

''اور جنہوں نے کفر کیا تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور (اللہ نے) ان کے اعمال برباد کر دیے۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس (کتاب) کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل فرمائی تو اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔''

لیجیے مندرجہ ذیل آیت میں تو اور وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ جنت دوزخ میں دخول کا فیصلہ ایمان کی بنیاد پر ہوگا اعمال کی بنیاد پر نہیں۔ اعمال کا مقدمہ تب قابل سماعت ہوگا جب اُن کے پیچھے ایمان کی طاقت ہوگی۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ○﴾ (۲)

''بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور (دنیوی) فائدے اٹھا رہے ہیں اور (اس طرح) کھا رہے ہیں جیسے چوپائے (جانور) کھاتے ہیں سو دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے۔''

مکالمہ بین المذاہب میں مقام رسالت محمدی کے موضوع پر قرآن مجید میں بے شمار آیات اور احادیث موجود ہیں۔ ہم قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے چند دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ اس موضوع پر اسلامی تصورنجات میں رسالت محمدی کا مقام ومرتبہ مکمل واضح ہو جائے۔

---

(۱) محمد، ۴۷: ۸۔۹

(۲) محمد، ۴۷: ۱۲

Marfat.com

مکالمہ بین المسالک پر راہنما کتاب:

آگے آنے والے دلائل کی ترتیب ہم نے کچھ اِس طرح رکھی ہے کی قرآن پاک کی آیت مبارکہ کے بعد اگر ضروری محسوس ہوا تو اپنا تبصرہ پیش کردیا۔ اُس کے بعد مفسرین کرام کے تفسیری حوالہ جات اپنے نکتہ نظر کے حق میں پیش کیے ہیں۔ تفاسیروں کے انتخاب میں برصغیر پاک و ہند کے مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کرام کی تفاسیروں سے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب مکالمہ بین المذاہب کے ساتھ ساتھ مکالمہ بین المسالک کے لیے بھی راہنمائی کا کام دے۔ ہم اپنی اِس حقیری کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں یہ فیصلہ ہم قاری کی فہم و دانش پر چھوڑتے ہیں۔

کتاب کا نکتہ ارتکاز

تمام دلائل میں ایک ہی نکتہ پر ہم نے ارتکاز کیا ہے کہ آج دُنیا میں بے شمار مذاہب کی موجودگی میں راہِ حق اپنی تمام تر خالصیت کے ساتھ صرف اور صرف اِسلام میں ہی ہے۔ دُنیا میں حق کے جتنے بھی اجزاء مختلف مذاہب میں باطِل کی آمیزش کے ساتھ موجود ہیں وہ سب کے سب اسلام نے قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی کی صورت میں محفوظ کرلیے ہیں۔ اب حقیقی توریت، زبور، انجیل، دیگر صحائف سب کی تعلیمات کا نچوڑ قرآن نے اپنے اندر سمولیا ہے، اب قیامت تک ہر مذہب کے پیروکاروں کو حقیقی فیضِ الٰہی صرف اور صرف بارگاہِ نبوی سے ہی ملے گا۔ اللہ کی رضا و قُربت کا حصول ہو، دُنیا کی مشکلات سے نجات ہو یا آخرت میں دوزخ کی آگ سے نجات، اب نجات کی ہر قسم اور شکل کا حصول حضور ﷺ کو نجات دہندہ قبول کرنے اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں ہی ہے۔

﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏﴾ (۱)

---

(۱) آلِ عمران، ۳: ۳۱

Marfat.com

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہےo‘‘

آیئے اب کتاب کے اِس مرکزی نکتہ کے حوالے سے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی دلیل:

﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ ۟ وَمَا اخۡتَلَفَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًاۢ بَیۡنَهُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِo﴾ (۱)

’’بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب نے جو اپنے پاس علم آ جانے کے بعد اختلاف کیا وہ صرف باہمی حسد و عناد کے باعث تھا، اور جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہےo‘‘

مفسرین قرآن کے مطابق اس آیت میں لفظِ ﴿الإِسْلَام﴾ سے مراد وہ دین و شریعت ہے جو خاتم الانبیا ﷺ لے کر آئے اور جس نے پچھلی تمام شرائع کو منسوخ کر دیا اور جو قیامت تک باقی رہے گا، اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ صرف دینِ محمدی اور امتِ محمدیہ کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے، حدیث جبرئیل ؑ جو تمام کتب حدیث میں مشہور ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے لفظِ اسلام کی یہی خاص تفسیر بیان فرمائی ہے: ﴿الإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ﴾ یعنی اسلام یہ ہے کہ صرف اس کی بندگی کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھراو، نماز وائم کرو، زکوۃ ادا کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھراو اور رمضان کے روزے رکھو۔ (۲)

اگر لفظِ ﴿الإِسْلَام﴾ بمعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابعِ فرمان بنا لیا جائے تو مطلب یہ

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، الرقم: ۴۸

Marfat.com

ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف دین اسلام ہے، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابعِ فرمان بنانا اور ہر زمانہ میں جو رسول آئے اور وہ جو کچھ احکام لائے اس پر ایمان لانا اور اس کی تعمیل کرنا۔

اس معنی میں دین محمدی کی اگرچہ تخصیص نہیں لیکن عام قاعدہ کے ماتحت حضرت سید لانبیا ﷺ کے تشریف لانے کے بعد ان پر اور ان کے لائے ہوئے تمام احکام پر ایمان وعمل بھی اس میں داخل ہو جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں دین مقبول وہ تھا جو نوح لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں وہ جو ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا اسلام وہ تھا جو الواحِ توراۃ اور موسوی تعلیمات کی صورت میں آیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا اسلام وہ جو انجیل اور عیسوی ارشادات کے رنگ میں نازل ہوا اور آخر میں خاتم الانبیا ﷺ کے زمانہ کا اسلام وہ ہو گا جو قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے نقشہ پر مرتب ہوا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی دین اسلام اور عند اللہ مقبول تھا، جو بعد میں یکے بعد دیگرے منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں خاتم الانبیا کا دین دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا۔

دونوں صورتوں میں نتیجہ کلام ایک ہی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے بعد صرف دین اسلام کہلانے کا مستحق وہ ہے جو قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو اور وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول اور ذریعہ نجات نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری کا نام ہے سب سے آخر اور سب رسولوں کو ختم کرنے والے ہمارے پیغمبر ہیں۔ آپ کی نبوت کے بعد سب رستے بند ہو گئے ہیں۔ اب جو شخص آپ کی شریعت کے سوا کسی اور چیز پر عمل کرے گا، خدا کے نزدیک وہ دیندار نہیں ہو گا جیسے ایک اور جگہ فرمایا ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ اسی طرح

Marfat.com

اس آیت میں بھی دین کا انحصار اسلام کی طرف کر دیا گیا ہے۔"(۱)

امام خازنؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی فی جمیع أفعاله ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ﴾ یعنی أن الدین المرضی عند الله هو الإسلام کما قال تعالى: ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ وفیه رد على الیهود والنصارى وذلك لما ادعت الیهود أنه لا دین أفضل من الیهودیة، وادعت النصارى أنه لا دین أفضل من النصرانیة رد الله علیهم ذلك فقال: إن الدین عند الله الإسلام."(۲)

"یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی صرف اسلام میں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ اس میں یہودی اور عیسائیوں کی تردید ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ یہودیت تمام دینوں سے افضل ہے اور عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ عیسائیت سب سے افضل دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تردید فرمائی اور کہا کہ اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہی ہے۔"

پیر محمد کرم شاہؒ فرماتے ہیں:

"علامہ ابن کثیر نے اسلام کے مفہوم کو بڑے آسان اور واضح الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

وهو إتباع الرسل فیما بعثهم الله به فی کل حین حتى ختموا بمحمد ﷺ الذی سد جمیع الطرق إلیه إلا من جهة محمد ﷺ.

ہر زمانہ کے نبی پر اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا اس کی اطاعت و اتباع کو اسلام کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو اسلام نام ہو گیا اتباع محمدی کا۔ اُس ذات اقدس کو

(۱) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ص ۴۹، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور

(۲) تفسیر خازن، ۱/۲۳۴

Marfat.com

چھوڑ کر کوئی شخص اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو وہ گمراہی کا راستہ ہوگا۔
اس آیت سے تاریخ ادیان کے طالب علم کے لئے قرآن نے ایک بڑی الجھی ہوئی گرہ کھول دی۔ اس نے بتا دیا کہ مختلف انبیا مختلف زمانوں میں الگ الگ دین لے کر نہیں آئے بلکہ سب نے اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دین کی دعوت دی اور ایک ہی دین کی تبلیغ کی کیونکہ وہ سب حق کے پیغامبر تھے۔ حق کی طرف بلانے والے تھے۔ حق کے ساتھ معبوث کئے گئے تھے اور حق ایک ہے۔ اس لئے سب ایک ہی دین کے مبلغ بن کر آئے تھے۔ اب خاتم الانبیا بھی اسی دین کے داعی بن کر آئے ہیں۔ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے اس لئے اب حضور کا دین ہی دین اسلام ہے۔ حضور کی غلامی کو چھوڑ کر جو شخص بھی کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہوگا۔''(۱)

پھر آگے اس آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں اہل کتاب کا اختلاف یہ تھا کہ بعض نے تو بالکل ہی انکار کر دیا اور بعض نے آپ کی نبوت کو صرف عرب کے لئے قرار دیا۔ ﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ﴾ اہل کتاب نے ختم الانبیاء ﷺ کی نبوت اور اسلام میں جو اختلاف اور جھگڑا ڈالا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو کوئی اس معاملہ میں اشتباہ رہ گیا بلکہ ان کو اپنی کتاب تورات و انجیل سے اور دوسرے ذرائع سے پوری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا، لیکن مسلمانوں سے حسد اور حکومت و ریاست کے لالچ نے ان کو اس اختلاف میں مبتلا کیا ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یعنی روز قیامت حساب و کتاب کے وقت سب جھگڑوں کی حقیقت کھل جائے گی۔ باطل پرستوں کو اپنی حقیقت واضح ہو جائے گی اور پھر اس کی سزا سامنے آجائے گی۔

---

(۱) تفسیر ضیاء القرآن، ج اول، ص ۲۱۵

Marfat.com

دوسری دلیل:

اس سے اگلی آیت نمبر ۲۰ میں تو اور بھی صریحاً بیان کر دیا گیا ہے کہ اہل کتاب اگر اسلام قبول نہ کریں تو ہدایت یافتہ تصور نہیں ہوں گے:

﴿فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ط فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ o﴾ (۱)

"(اے حبیب!) اگر پھر بھی آپ سے جھگڑا کریں تو فرما دیں کہ میں نے اور جس نے (بھی) میری پیروی کی اپنا روئے نیاز اللہ کے حضور جھکا دیا ہے، اور آپ اہلِ کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے فرما دیں: کیا تم بھی اللہ کے حضور جھکتے ہو (یعنی اسلام قبول کرتے ہو) پھر اگر وہ فرمانبرداری اختیار کر لیں تو وہ حقیقتاً ہدایت پا گئے، اور اگر منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ فقط حکم پہنچا دینا ہی ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے o"

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ﴾ اس کا عطف قل اسلمت پر ہے یعنی (اول) اپنے نفس سے آپ کہہ دیں کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اسلام پر دل کو مطمئن بنا لیں اور پھر یہود و نصاریٰ سے جو اہل کتاب ہیں اور ان لوگوں سے جو اہلِ کتاب نہیں ہیں جیسے مشرکین عرب سب سے کہہ دیں کہ جب عقلی دلائل سے بھی واضح ہو گیا میرے اسلام کی طرح تم بھی اسلام لے آئے یا تم اسکے بعد بھی کفر پر قائم ہو۔ ﴿ءَأَسْلَمْتُمْ﴾ صیغہ استفہام کا ہے مگر معنی امر کے ہیں یعنی تم بھی مسلمان ہو جاؤ جیسے آیت لھل انتم منتھون کا مطلب ہے باز رہو۔ آیت میں اہلِ کتاب کو ان کے عناد اور حماقت پر شرم دلانی مقصود ہے (یعنی

(۱) آل عمران، ۳: ۲۰

Marfat.com

تمہارا عناد اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ لفظ اسلام میں جھگڑا کرتے ہو اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اس لفظ میں جھگڑا نہیں بلکہ حقیقت مراد ہے اور حقیقت اسلام وہی ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں یعنی کامل سپردگی اور ہر شریعت کا اقرار اور تمہارے اندار اسلام کی یہ حقیقت نہیں تم کسی شریعت کو مانتے ہو کسی کو نہیں مانتے کوئی کسی پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہہ دیتا ہے اور دوسرا اسی پیغمبر کو حرام زادہ قرار دیتا ہے نہ تم کو خدا کا شریک بنانے سے اور اللہ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کا انکار کرنے سے شرم آتی ہے نہ باہم عناد اور ہوا پرستی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور پھر اپنے دین کو اسلام کہتے ہو بس تمہارے اسلام کی یہی حقیقت ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

﴿فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اهۡتَدَوۡا﴾ اب اگر وہ بھی تمہاری طرح مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی ہدایت یاب ہو جائیں گے، حسب الحکم رسول ﷺ نے (اہلِ کتاب کے سامنے) یہ آیت تلاوت فرمائی، وہ کہنے لگے ''ہم تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے''۔ آپ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا عیسٰی عبد اللہ تھے، رسول اللہ تھے، رسول اللہ کلمۃ اللہ تھے (کیا تم کو اس کا اقرار ہے) وہ بولے معاذ اللہ۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں سے فرمایا عیسٰی عبداللہ اور رسول تھے (کیا تم کو اس کا اعتراف ہے) کہنے لگے اللہ کی پناہ کہ عیسٰی بندے ہوں اس پر اللہ نے فرمایا ﴿وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ﴾ اور اگر وہ تمہارے اسلام سے روگردانی کریں تو تمہارا کوئی ہرج نہیں وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتے تمہارے ذمہ تو صرف ہدایت پہنچا دینا ہی ہدایت دینا نہیں ﴿وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ﴾ اور اللہ تمام بندوں کو خوف دیکھتا ہے مومن کو بھی کافر کو بھی ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔(۱)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ان آیات نے پوری وضاحت کے ساتھ اس ملحدانہ نظریہ کا خاتمہ کر دیا جس میں

(۱) تفسیر مظہری، جلد ۲، ص ۲۰۳ تا ۲۰۴

Marfat.com

اسلام کی رواداری کے نام پر کفر و اسلام کو ایک کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ دنیا کا ہر مذہب خواہ یہودیت و نصرانیت ہو یا بت پرستی ہر ایک ذریعہ نجات بن سکتا ہے، بشرطیکہ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا پابند ہو اور یہ درحقیقت اسلام کے اصول کو منہدم کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کی کوئی حقیقت ہی نہیں، محض ایک خیالی چیز ہے جو کفر کے ہر جامہ میں بھی کھپ سکتا ہے، قرآن کریم کی ان آیات اور انہی جیسی بے شمار آیات نے کھول کر بتلا دیا ہے کہ جس طرح اجالا اور اندھیرا ایک نہیں ہو سکتے اسی طرح یہ بات نہایت نامعقول اور ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی نافرمانی اور بغاوت بھی ایسے ہی پسند ہو جیسے اطاعت و فرمانبرداری۔ جو شخص اصول اسلام میں سے کسی ایک چیز کا منکر ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کا باغی اور اس کے رسولوں کا دشمن ہے، خواہ فروعی اعمال اور رسمی اخلاق میں وہ کتنا ہی اچھا نظر آئے۔ نجاتِ آخرت کا مدار سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری پر ہے جو اس سے محروم رہا اس کے کسی عمل کا اعتبار نہیں، قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کے اعمال کے متعلق ارشاد ہے ﴿أُولَئِکَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ یعنی ہم قیامت کے دن ان کے کسی عمل کا وزن قائم نہ کریں گے [سورۃ کہف:۱تا۵]۔ اس آیت میں اور اس سے پچھلی آیات میں چونکہ روئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے اس لئے آخر آیت میں ان کی بیوقوفی اور غلط کاری کی اس طرح بیان فرمایا ہے۔''(۱)

تیسری دلیل:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾(۲)

---

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، جلد ۲

(۲) آل عمران، ۳: ۸۵

Marfat.com

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگاo''

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

''﴿أتبعه بأن بيّن في هذه الآية أن الدين ليس إلا الإسلام وأن كل دين سوى الإسلام فإنه غير مقبول عند الله﴾ اس آیت میں بیان کر دیا گیا ہے کہ دین صرف اسلام ہی ہے اور اس کے علاوہ دیگر تمام ادیان اللہ کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔''(۱)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

''خاتم الانبیا ﷺ وہ ناقابل نسخ دائمی تاقیامت تک ہے اور حسب قاعدہ مذکورہ آپ کی بعثت کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گے۔ اب وہ اسلام نہیں بلکہ اسلام وہ دین ہے جو آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ اس لئے احادیث صحیحہ معتبرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو اس وقت بھی ان پر میرا ہی اتباع لازم ہوتا۔ اور ایک اور احادیث میں فرمایا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ ؑ نازل ہوں گے تو باوجود اپنے وصف نبوت اور ہد نبوت پر قائم رہنے کے باوجود بھی وہ اس وقت آپ ہی کی شریعت کا اتباع کریں گے۔''(۲)

چوتھی دلیل:

﴿اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(۳)

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۸: ۱۱۰

(۲) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج ۲، ص ۹۹۹۸

(۳) المائدة، ۵: ۳

Marfat.com

''آج کافر لوگ تمہارے دین (کے غالب آجانے کے باعث اپنے ناپاک ارادوں) سے مایوس ہوگئے، سو (اے مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے اُن سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے اگر وہ ہم پر اترتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو اپنے لیے عید قرار دے لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ وہ یہودی بولا ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ بلاشبہ ہم نے اس دن کی اہمیت اور اُس کے مقام کو یاد کر لیا۔[1] حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور گرانقدر نعمت ہے کہ اس نے ان کے لئے ان کے دین کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا نہ انہیں اب کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی اور نبی کی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ ﷺ کو تمام جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا۔ حلال وہی ہے جسے آپ ﷺ حلال کہیں اور حرام وہی ہے جسے آپ ﷺ حرام قرار دیں اور دین وہی جو آپ ﷺ مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ کی تمام باتیں حق و صداقت پر مبنی ہیں جن میں نہ جھوٹ کا شائبہ ہے اور نہ ان میں خلاف ورزی ممکن ہے، اسی لئے فرمایا: ﴿وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کی رو سے پوری ہو چکی [الانعام، ۶:۱۱۵] یعنی اخبار میں صدق، اوامر ونواہی میں عدل۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے لئے دین کو مکمل فرمایا تو ان پر نعمت بھی تمام ہوگئی اس لئے فرمایا: ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ

(۱) الصحیح البخاری، کتاب الایمان، الرقم: ۴۳

Marfat.com

نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔[المائدۃ، ۵:۳] اسی کو اس نے پسند کیا ہے اور یہی دین عطا فرما کر افضل الرسل سید الانبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ پر سب سے افضل کتاب اتاری۔"(۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اِس میں بتایا گیا کہ جس دین کا داعی بنا کر آپ کو بھیجا گیا تھا آج وہ ظاہری اور باطنی، صُوری اور معنوی ہر لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس دین کے غلبہ اور فتح مندی کا جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا آج آپ نے اپنے غلاموں سمیت مشاہدہ کر لیا کہ وُہ پورا کر دیا گیا۔ نیز وہ عقائد جن پر تمہاری نجات کا انحصار ہے وہ مکمل طور پر تمھیں سِکھا دیئے گئے۔ شریعت و قانون کے وہ بنیادی قواعد تفصیلاً یا اُصولاً تم کو بتا دیئے گئے جو ہر زمانہ اور تمام حالات میں تمہارے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔ تمھیں ایسے اصولوں کی تعلیم بھی دے دی جن کی مدد سے تم ہر نئی مشکل کا حل اور ہر جدید مسلہ کا جواب معلوم کر سکو گے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"دین اسلام جو تمام سابقہ انبیاء اور رُسل کا دین تھا وہی دین اپنی کامل صورت میں تمھارے لئے پسند کر لیا گیا ہے۔ اب اس میں اضافہ اور تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ یہ آیت حضور نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا اس کے احکام میں ردّو بدل کی گنجائش نہ رہی تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔"(۲)

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، (مترجم: پیر محمد کرم شاہ الازھری)، جلد ۲، صفحہ ۲۹، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز (س ن)

(۲) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۴۴۰

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

''دین کو مکمل کر دینے سے مراد اُس کو ایک مستقل نظامِ فکر و عمل اور ایک ایسا مکمل نظامِ تہذیب و تمدن بنا دینا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اُصولاً یا تفصیلاً موجود ہو اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نعمت تمام کرنے سے مُراد نعمت ہدایت کی تکمیل کر دینا ہے۔ اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی اختیار کرنے کا جو اقرار کیا تھا، اس کو چونکہ تم اپنی سعی و عمل سے سچا اور مخلصانہ اقرار ثابت کر چکے ہو، اس لئے میں نے اسے درجہ قبولیت عطا فرمایا ہے اور تمہیں عملاً اس حالت کو پہنچا دیا ہے کہ اب فی الواقع میرے سوا کسی کی اطاعت و بندگی کا جُوا تمہاری گردنوں پر باقی نہیں رہا۔ اب جس طرح اعتقاد میں تم میرے مسلم ہو اسی طرح عملی زندگی میں بھی میرے سوا کسی اور کے مسلم بن کر رہنے کے لئے کوئی مجبوری تمہیں لاحق نہیں رہی ہے۔ ان احسانات کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ سکوت اختیار فرماتا ہے مگر اندازِ کلام سے خود بخود یہ بات نکل آتی ہے کہ جب یہ احسانات میں نے تم پر کئے ہیں تو ان کا تقاضا یہ ہے کہ اب میرے قانون کو حدود پر قائم رہنے میں تمہاری طرف سے بھی کوئی کوتاہی نہ ہو۔''(۱)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

''یہ آیت جو اس خاص شان اور اہتمام سے نازل ہوئی اس کا مفہوم بھی مِلت اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری اور بھاری انعام اور اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین حق اور نعمت الٰہی کا انتہائی معیار جو اس عالم میں نبی نوع انسان کو عطا ہونے والا تھا، آج وہ مکمل کر دیا گیا۔ گویا حضرت آدم ؑ کے زمانہ سے جو دین حق اور نعمت الٰہیہ کا نزول اور ترویج شروع

(۱) مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج اول، ص ۴۴۴

Marfat.com

کی گئی تھی اور ہر زمانہ اور ہر خطہ کے مناسب حال اس نعمت کا ایک حصہ اولادِ آدم کو عطا ہوتا رہا آج وہ دین اور نعمت مکمل صورت میں خاتم الانبیاء رسول ﷺ اور آپ کی اُمت کو عطا کر دی گئی۔

اس میں تمام انبیاء و رُسل کے زمرہ میں سید الانبیاء ﷺ کی سعادت اور امتیازی شان کو تو اظہار ہے ہی اس کے ساتھ تمام امتوں کے مقابلہ میں امت مرحومہ کی بھی ایک خاص امتیازی شان کا واضح ثبوت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ چند علماء یہود، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تمھارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا ایک جشن عید مناتے۔ فاروق اعظم نے سوال کیا کہ کونسی آیت ہے۔ انہوں نے یہی آیت ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُم...﴾ پڑھ دی۔"(۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"یہاں الفاظِ قرآن میں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ دین کے ساتھ لفظ اکمال استعمال فرمایا گیا اور تعمت کے ساتھ لفظ اتمام، حالانکہ یہ دونوں لفظ بظاہر ایک دوسرے کے ہم معنے اور مترادف سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان دونوں کے مفہوم میں ایک فرق ہے جس کو مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ کسی چیز کا "اکمال اور تکمیل اس کو کہتے ہیں کہ اُس چیز سے جو غرض اور مقصود تھا وہ پورا ہو گیا۔ اور لفظِ اتمام کے معنٰی یہ ہیں کہ اب دوسری چیز کی ضرورت اور حاجت نہیں رہی۔ اس لئے "اکمال دین" کا حاصل یہ ہوا کہ قانون الٰہی اور احکامِ دین کے اس دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ آج پورا کر دیا گیا۔ اور اتمامِ نعمت کا مطلب یہ ہوا کہ اب مسلمان کسی کے محتاج نہیں۔ ان کو خود حق تعالیٰ جل شانہ نے غلبہ، قوت اور اقتدار عطا فرما دیا جس کے ذریعہ وہ اس

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ص ۳۳، ج ۳

Marfat.com

دینِ حق کے احکام کو جاری اور نافذ کر سکیں۔''(۱)

اکمالِ دین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکمالِ دین آج ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے انبیا علیہم السلام کا دین ناقص تھا۔ بلکہ جیسا تفسیر بحرِ محیط میں بحوالہ قفال مروزی رحمتہ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ دین تو ہر نبی و رسول کا اُس کے زمانہ کے اعتبار سے کامل و مکمل تھا۔ یعنی جس زمانہ میں جس پیغمبر پر کوئی شریعتو دین اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا اُس زمانہ اور اُس قوم کے لحاظ سے وہی کامل و مکمل تھا۔ لیکن اللہ جل شانہ کے علم میں یہ تفصیل پہلے سے تھی کہ جو دین اس زمانہ اور اس قوم کے لئے مکمل ہے وہ اگلے زمانہ اور آنیوالی قوموں کے لئے مکمل نہ ہوگا، بلکہ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین و شریعت نافذ کی جائے گی۔ بخلاف شریعت اسلام کے جو سب سے آخر میں نازل کی گئی کہ وہ ہر جہت اور لحاظ سے کامل و مکمل ہے۔ نہ وہ کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ کسی خاص خطہ، ملک یا قوم کے ساتھ۔ بلکہ قیامت تک ہر زمانہ اور ہر خطہ اور ہر قوم کے لئے یہ شریعت کامل و مکمل ہے۔

تیسرا انعام جو اس اُمت مرحومہ کے لئے اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس اُمت کے لئے اللہ جل شانہ، نے اپنے تکوینی انتخاب کے ذریعہ دینِ اسلام کو منتخب فرمایا جو ہر حیثیت سے کامل و مکمل ہے۔ اور جس پر نجات کا انحصار ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت نے یہ تبلا دیا کہ اُمتِ مرحومہ کے لئے دینِ اسلام ایک بڑی نعمت ہے جو ان کو بخشی گئی ہے۔ اور یہی دین ہے جو ہر حیثیت اور جہت سے کامل و مکمل ہے، نہ اس کے بعد کوئی نیا دین آئے گا اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی کی جائے گی۔''(۲)

---

(۱) ایضاً، ۳۷

(۲) ایضا، ۳۷، ۳۸

Marfat.com

پانچویں دلیل:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُo رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةًo فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌo وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُo﴾ (۱)

''اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہوگئے اور مشرکین اُس وقت تک (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل (نہ) آجاتیo (وہ دلیل) اللہ کی طرف سے رسول (آخر الزماں ﷺ) ہیں جو (ان پر) پاکیزہ اوراقِ (قرآن) کی تلاوت فرماتے ہیںo جن میں درست اور مستحکم احکام (درج) ہیںo (ان) اہل کتاب میں (نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور آپ کی شانِ اقدس کو پہچاننے کے بارے میں پہلے) کوئی پھوٹ نہ پڑی تھی مگر اس کے بعد کہ جب (بعثتِ محمدی کی) روشن دلیل ان کے پاس آ گئی (تو وہ باہم بٹ گئے کوئی ان پر ایمان لے آیا اور کوئی حسد کے باعث منکر و کافر ہوگیا)o''

امام فخر الدین رازی لفظ﴿الْبَيِّنَةُ﴾سے نبی کریم ﷺ مراد لیتے ہیں اور آپ کو بینۃ کہنے کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان فرماتے ہیں:

۱۔ آپ کی ذات نبوت پر حجت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اثبات نبوت و رسالت میں انتہائی جدوجہد سے کام لیا۔ جو کذاب اور تصنع کرنے والا ہوگا وہ اس قدر محنت نہیں کرے گا۔ تو اب اتنی محنت کرنے والی شخصیت صادق ہو گی یا پاگل۔ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ آپ ﷺ کمال عقل کے مالک ہیں۔ لہٰذا فقط صدق کی صورت ہی باقی رہے گی۔

۲۔ آپ ﷺ کے اندر اخلاق کا مجموعہ کمال اعجاز کی حد تک تھا، جاحظ نے اسے تفصیلاً بیان کیا، شیخ غزالی نے المنقذ میں اسی کی تائید کی، تو ان دو وجہ کی بنا پر آپ ﷺ بذاتہ بینہ کہلائے۔

---

(۱) البینۃ، ۹۸: ۱۔۴

Marfat.com

۳۔آپ ﷺ کے معجزات انتہائی واضح آشکار اور نہایت ہی کثیر تھے تو ان دو امور کے اجتماع کی وجہ سے گویا آپ ﷺ فی نفسہٖ بینہ اور حجت قرار پائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام 'سراج منیر' رکھا ہے۔ اَلْبَیِّنَۃ سے ذات رسول مراد لینے والوں نے دلیل یہ دی ہے کہ اس آیت کے بعد ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ﴾ یہ اَلْبَیِّنَۃ سے بدل کے طور پر مرفوع ہے۔ حضرت عبداللہ ؓ نے سے بینہ سے حال کے طور پر رسولا منصوب پڑھا ہے۔ اَلْبَیِّنَۃ کا الف لام تعریف کے لئے ہے یعنی وہ ذات جس کا تذکرہ تورات و انجیل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ہوا۔ (۱)

علامہ عبدالحق حقانی آیت میں لفظ ﴿اَلْبَیِّنَۃُ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس مقام پر اس سے مراد خدا کی طرف کی کھلی ہوئی دلیل اور برہان واضح ہے۔ اور وہ کون ہے، آں حضرت کی ذات بابرکات ﷺ اور اسی لئے آپ کو سراجِ منیر یعنی روشن چراغ بھی کہا گیا ہے۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ﴿اَلْبَیِّنَۃُ﴾ سے مراد اس جگہ رسولِ کریم ﷺ ہیں۔ کس لئے کہ اس کے بعد کا جملہ ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ﴾ خود اس بات کو بیان کر رہا ہے۔'' (۲)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لفظ ﴿اَلْبَیِّنَۃُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس دوسری آیت میں بتا دیا کہ وہ ﴿اَلْبَیِّنَۃُ﴾ رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر فائز کر کے گمراہوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ قال الزجاج رسول رفع علی البدل من البینۃ (قرطبی) رسول مرفوع ہے کیونکہ یہ ﴿اَلْبَیِّنَۃُ﴾ کا بدل ہے۔ یہ رسول روشنی اور ہدایت کا وہ بلند مینار ہے جس کی تابندہ شعاعوں سے عالم انسانیت کے نشیب و

(۱) تفسیر کبیر، ص ۱۷۸، ترجمہ: مفتی محمد خان قادری، مطبوعہ کاروانِ اسلام پبلی کیشنز، لاہور

(۲) تفسیر حقانی، جلد ۳، ص ۲۵۱

Marfat.com

فراز جگمگا رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ایسی کتاب کی تلاوت فرماتا ہے جو ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔ دوسری مذہبی کتابوں کی طرح اس میں شرفِ انسانیت سے گری ہوئی کوئی بات نہیں، عقل سلیم کا منہ چڑانے والی کوئی حکایت نہیں۔ اخلاق باختگی کی طرف بلانے والی کوئی دعوت نہیں ہے۔ ہر عیب سے وہ پاک ہے، ہر نقص سے وہ مبرا ہے۔''(۱)

مولانا مودودیؒ لفظ ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں رسول اللہ ﷺ کو بذاتِ خود ایک دلیل روشن کہا گیا ہے، اس لئے کہ آپ کی نبوت سے پہلے اور بعد کی زندگی، آپ کا اُمی ہونے کے باوجود قرآن جیسی کتاب پیش کرنا، آپ کی تعلیم اور صحبت کے اثر سے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب رونما ہو جانا، آپ کا بالکل معقول عقائد، نہایت سُتھری عبادات، کمال درجہ کے پاکیزہ اخلاق، اور انسانی زندگی کے لئے بہترین اصول و احکام کی تعلیم دینا، آپ کے قول اور عمل میں پوری پوری مطابقت کا پایا جانا، اور آپ کا ہر قسم کی مزاحمتوں کے مقابلے میں انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہنا، یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی علامات تھیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''(۲)

مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ ''کنزالایمان'' کے حاشیے میں ان آیات کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

''﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ یہود و نصارٰی ﴿وَالْمُشْرِكِينَ﴾ بت پرست ﴿مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ یعنی سید انبیاء محمد مصطفٰے ﷺ جلوہ افروز ہوں کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام یہی کہتے تھے کہ ہم اپنا دین چھوڑنے والے نہیں جب تک کہ وہ نبی موعود تشریف فرما نہ ہوں جن کا

---

(۱) تفسیر ضیا القرآن، جلد ۵، ص ۶۲۶

(۲) تفہیم القرآن، جلد ۶، ص ۴۱۵

Marfat.com

ذکر توریت و انجیل میں ہے ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ﴾ یعنی سید عالم محمد مصطفٰے ﷺ ﴿یَتْلُوْ صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ یعنی قرآن مجید ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ﴾ مراد یہ ہے کہ پہلے سے تو سب اس پر متفق تھے کہ جب نبی موعود تشریف لائیں تو ہم ان پر ایمان لائینگے لیکن جب وہ نبی مکرم ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو بعض تو آپ پر ایمان لائے اور بعض نے حسداً و عناداً کفر اختیار کیا۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیت ۴ ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ بعض اہل کتاب کا عقیدہ و صفات الٰہیہ کے متعلق درست نہ تھا۔ اللہ کو مخلوق کا باپ قرار دیتے تھے (اور بعض اہل کتاب کا طریقہ درست تھا) لیکن بعثت نبی پر سب کا اتفاق تھا کیونکہ آنے والے نبی کے اوصاف ان کی کتابوں میں بیان کر دیئے گئے تھے چونکہ قبل البعثت تصدیق نبی پر اتفاق صرف اہل کتاب کا تھا، مشرکین اس اتفاق میں شریک نہ تھے اس لئے اس آیت میں صرف اہل کتاب کا ذکر کیا تا کہ جب اہل کتاب نے تصدیق رسول ﷺ نہیں کی ان کی مزید اشاعت کا اظہار ہو جائے پہلی آیت میں ان لوگوں کا بیان تھا جو پہلے اہل کتاب اور مشرک تھے پھر رسول ﷺ پر بعثت کے بعد ایمان لے آئے۔ دوسری آیت میں ان اہل کتاب کا بیان ہے جو کفر پر قائم رہے اور رسول اللہ پر ایمان نہ لائے۔"(۱)

مولانا مفتی محمد شفیع اسی آیت ۴ میں لفظ ﴿تَفَرَّقَ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"﴿تَفَرَّقَ﴾ سے مراد اس جگہ انکار و اختلاف ہے۔ قرآن اور نبی کریم ﷺ کی نبوت سے جس پر تمام اہل کتاب آنحضرت ﷺ کی ولادت اور بعثت سے پہلے متفق تھے کیونکہ اُن کی آسمانی کتب تورات و انجیل میں رسُول ﷺ کی رسالت و نبوت کا اور آپ کی خاص خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر

(۱) تفسیر مظہری، جلد ۱۲، ص ۴۹۴

Marfat.com

موجود تھا اس لئے کسی یہودی نصرانی کو اس میں اختلاف نہیں تھا کہ آخر زمانے میں محمد رسول ﷺ تشریف لاویں گے۔آپ پر قرآن نازل ہوگا آپ ہی کا اتباع سب پر لازم ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں بھی انکے اس اتفاق کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ [البقرہ،۸۹:۲] یعنی یہ اہل کتاب رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے آنے کے منتظر تھے اور جب کبھی مشرکین سے ان کا مقابلہ ہوتا تو آنے والے نبی کے واسطے سے اپنی فتح مانگتے تھے یعنی اللہ سے دعا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں جو آنے والے ہیں اُن کی برکت سے ہمیں فتح نصیب فرما دے یا یہ کہ مشرکین سے کہا کرتے تھے تم لوگ ہمارے خلاف زور آزمائی کرتے ہو مگر عنقریب ایک ایسے رسول آنے والے ہیں جو تم سب کو زیر کر دیں گے اور ہم چونکہ ان کے ساتھ ہوں گے تو ہماری فتح ہوگی۔''

پھر پوری آیت کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے تو اہل کتاب سب کے سب آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر متفق تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو وہ منکر ہو گئے۔اسی مضمون کو قرآن میں ایک جگہ فرمایا فَلَمَّآ جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ، یعنی جب ان لوگوں کے پاس وہ رسول یا دین حق یا قرآن آ گیا جس کو انہوں نے بھی اپنی آسمانی کتابوں کی پیش گوئی کے مطابق پہچان لیا تو لگے کفر کرنے۔ اور آیت مذکورہ میں اسی مضمون کو اس طرح ذکر فرمایا کہ ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ [البینة، ۹۸: ۴.۱] یعنی یہ عجیب بات ہے کہ آپ ﷺ کے آنے اور دیکھنے سے پہلے تو ان لوگوں کو آپ ﷺ سے کوئی اختلاف نہیں تھا سب آپ کی نبوت کے اعتقاد پر جمع تھے مگر جب یہ اللہ کا الْبَيِّنَةُ واضح یعنی رسول آخر الزماں تشریف لے آئے تو ان میں افتراق پیدا ہو گیا۔ کچھ لوگ تو آپ پر ایمان لائے اور بہت سے انکار کرنے لگے۔''(۱)

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، جلد ۲، ص۷۹۸

Marfat.com

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اسی آیت ۴ کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

''یہود و نصاریٰ بے شمار فرقوں میں بٹ چکے تھے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو ہی اپنے دین کا ٹھیکیدار یقین کرتا تھا۔ باقی تمام فرقے اس کے نزدیک گمراہ اور راہِ راست سے بھٹکے ہوئے اور دوزخ کا ایندھن تھے۔ ان میں مذہبی تنگ نظری کے باعث باہمی جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہتا جس کو موقع ملتا دوسروں پر ہلہ بول کر کشتوں کے پشتے لگا دیتا اور خون کے دریا بہا دیتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تفرقہ بازیاں اور تشتت و افتراق، جہالت اور بے علمی کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ بد دماغوں نے اس وقت تفرقہ بازی کی آگ بھڑکائی جب حق کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔ دلائل و براہین نے حق و باطل کو ممتاز کر دیا تھا۔ محض اپنے ذاتی مفادات اور جھوٹی انا کی قربان گاہ پر اپنے ملی اور دینی اتحاد یک جہتی کو بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ بعض علمائے تفسیر نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ یہاں بھی ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ سے مراد حضور کی ذاتِ بابرکات ہے۔ حضور کی تشریف آوری سے پہلے جملہ اہل کتاب حضور کے لئے چشم براہ تھے۔ بڑی بے چینی سے انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ جب کفار کے ساتھ برسرِ پیکار ہوتے تو سرور عالم ﷺ کے نام نامی کا وسیلہ پکڑ کر دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کی دعائیں مانگا کرتے، لیکن جب وہ ہادی برحق تشریف لے آیا تو ان کے تیور بدل گئے۔ حسد و عناد کے شعلے بھڑک اٹھے اور حضور پر ایمان لانے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ اپنی آسمانی کتب میں آخر الزماں نبی کی بیان کردہ نشانیاں، حضور میں مشاہدہ کر لینے کے باوجود، حضور کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ ﴿وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ [البقرہ۲:۸۹]، (مظہری، قرطبی وغیرہما) اہل کتاب حضور کے وسیلہ سے کفار پر فتح کیا کرتے تھے، لیکن جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے نہ پہچانا، حضور کے ساتھ کفر کرنا شروع کر دیا۔''(۱)

(۱) تفسیر ضیا القرآن، جلد ۵، ص ۶۲۶۔۶۲۷

Marfat.com

چھٹی دلیل:

اور پھر آگے اسی سورۃ البینۃ کی آیت ۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے جو نہایت قابل غور ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴾ (۱)

''بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیںo''

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں، جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب خدا کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اُسی میں پڑے رہیں گے، نہ وہاں سے نکلیں نہ چھوٹیں، یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں۔'' (۲)

امام فخر الدین رازی ایک سوال کہ اس آیت میں اہل کتاب کے ذکر کو مشرکین سے مقدم کیوں کیا؟ کے جواب میں اس کی متعدد وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پہلی وجہ: آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا حق، اپنے حق سے مقدم کیا تو جانتے ہو جب کفار نے آپ کا چہرہ زخمی کیا تو یہ دعا کی ﴿اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون﴾ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں جانتے۔ لیکن جب خندق کے موقعہ پر نماز عصر قضا ہوئی تو آپ نے یہ دعا کی ﴿اللّٰھم املأ بطونھم وقبورھم نارا﴾ اے اللہ ان کے پیٹ اور قبور آگ سے بھر دے۔ گویا آپ ﷺ

---

(۱) البینۃ، ۹۸:۶

(۲) تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، ص ۹۲

Marfat.com

نے فرمایا کہ اُحد میں ضرب چہرہ صورت پر تھی لیکن خندق کے موقعہ پر چہرہ سیرت یعنی نماز پر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا جس طرح اے محبوب تم نے میرا حق اپنے حق سے مقدم کیا میں بھی تمہارے حق کو اپنے حق سے مقدم کیے دیتا ہوں۔ جو آدمی طویل عمر نماز ترک کرے وہ کافر نہیں ہو گا لیکن جس نے تمہارے بال پر طعن تک کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

جب تم اس سے آگاہ ہو گئے تو اب سنیے: اہل کتاب اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ کرتے تھے بلکہ وہ رسول پر طعن کرتے اور مشرکین اللہ تعالیٰ پر طعن کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے حال بد کا تذکرہ کرنا چاہا تو بطور عبرت حضور ﷺ پر طعن کرنے والوں کا ذکر پہلے کیا اور وہ اہل کتاب ہیں پھر اللہ پر طعن کرنے والوں کا ذکر بعد میں کیا اور وہ مشرک ہیں۔

دوسری وجہ: اہل کتاب کی حق رسول میں زیادتی بہت بڑی تھی کیونکہ مشرکین نے آپ کو چھوٹا اور یتیم پایا پھر انکی عقل کمزور اور ان کا کوئی دین نہ تھا اور یہ معاملہ شاق ہے۔ لیکن اہل کتاب تو آپ کی رسالت کے حوالے سے فتح طلب کرتے آپ کی آمد کا اقرار کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوگئی تو جاننے کے باوجود انکار کیا تو ان کی زیادتی اعظم واشد قرار پائی گئی۔"(۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"آفتابِ ہدایت ضوفشاں ہے، صحیفۂ رشد و ہدایت، ان کے سامنے ایسا نظامِ حیات پیش کر رہا ہے جو ان کی جسمانی اور روحانی نشوونما اور ان کی دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ جو لوگ اب بھی اس کا انکار کرتے ہیں، جو اب بھی لپک کر نبی کریم کا دامن مضبوطی سے پکڑ نہیں لیتے وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ وہ اسی لائق ہیں کہ انہیں دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے۔ وہ ہمیشہ اس میں جلتے ہیں،

---

(۱) تفسیر کبیر، ص ۱۹۳، ترجمہ: مفتی محمد خان قادری، مطبوعہ کاروانِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

یہ لوگ کسی رعایت اور نرمی کے مستحق نہیں۔"(۱)

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ﴾ یہاں کفر سے مراد محمد ﷺ کو ماننے سے انکار کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں لوگوں نے اُس رسول کے آ جانے کے بعد اس کو نہیں مانا جس کا وجود خود ایک دلیل روشن ہے اور جو بالکل درست تحریروں پر مشتمل پاک صحیفے ان کو پڑھ کر سنا رہا ہے، ان کا انجام وہ ہے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے ﴿فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ یعنی خدا کی مخلوقات میں اُن سے بدتر کوئی مخلوق نہیں ہے حتی کہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، کیونکہ جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے، اور یہ عقل اور اختیار رکھتے ہوئے حق سے منہ موڑتے ہیں۔"(۲)

ساتویں دلیل:

"﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾"(۳)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالاں

(۱) تفسیر ضیا القرآن، جلد ۵، ص ۶۲۸

(۲) تفہیم القرآن، جلد ۶، ص ۴۱۶

(۳) البقرہ، ۲: ۸۹ تا ۹۱

Marfat.com

کہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب 'قرآن' کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب 'قرآن' کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہوگئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے○ انہوں نے اپنی جانوں کا کیا برا سودا کیا کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کا انکار کر رہے ہیں، محض اس حسد میں کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (وحی) نازل فرماتا ہے، پس وہ غضب در غضب کے سزاوار ہوئے، اور کافروں کے لیے ذلّت انگیز عذاب ہے○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جسے اللہ نے (اب) نازل فرمایا ہے (تو) کہتے ہیں: ہم صرف اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی، اور وہ اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں، حالاں کہ وہ (قرآن بھی) حق ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے، آپ (ان سے) دریافت فرمائیں کہ پھر تم اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے رہے ہو اگر تم (واقعی اپنی ہی کتاب پر) ایمان رکھتے ہو○

اب اِس آیت کو دوبارہ غور سے پڑھ لیں۔ جس نبی ﷺ کے نام کا وسیلہ اُس کی ولادت سے پہلے باعث نجات تھا اب اُس کی بعثت کے بعد (چند لوگوں کا موقف یہ ہے) نجات کے لیے اب اُن پر ایمان لانا ضروری نہیں، صرف اعمالِ صالحہ ہی کافی ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ﴿وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہود کی ہٹ دھرمی اور دانستہ کفر کی ایک اور مثال بیان فرمائی جا رہی ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پیشتر یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو چکتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھتے اور اِن الفاظ سے دُعا کرتے إنا نسألك بحق نبيك

Marfat.com

الذی وعدتنا أن تبعثه فی آخر الزمان أن تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔ (روح المعانی والقرطبی) اے اللہ ہم تجھے تیرے اُس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعث کا تُو نے ہم سے وعدہ کیا ہے آج ہمیں اپنے دُشمنوں پر فتح دے تو حضور پُر نور ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ آج تک تم جس کا نام لے کر جیتتے رہے اور جس کی برکت سے فتحیاب ہوتے رہے جب میرا وہ رسول اور محبوب ﷺ اور تمہارا نجات دہندہ تشریف فرما ہوا تو اُس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تُف ہے ایسے تعصب پر! حیف ہے ایسی حُبِ جاہ و مال پر!'' (۱)

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَاءَ هُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ سید انبیاء ﷺ کی نبوت اور حضور کے اوصاف کے بیان میں (کبیر و خازن) ﴿وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ﴾ شانِ نزول سید انبیاء ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنے حاجات کے لئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے ''اللّٰھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الأمی'' یا رب ہمیں نبی اُمی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلے سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَ هُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ﴾ یہ انکار عناد و حسد اور حُب ریاست کی وجہ سے تھا۔ ﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُواْ بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ﴾ یعنی آدمی کو اپنی جان کی خلاصی کے لئے وہی کرنا چاہیے جس سے رہائی کی امید ہو یہود نے یہ برا سودا کیا کہ اللہ کے نبی اور اسکی کتاب کے منکر ہو گئے۔ ﴿بَغْياً أَن يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ یہود کی خواہش تھی کہ ختم نبوت کا منصب نبی اسرائیل میں سے کسی کو ملتا

(۱) تفسیر ضیا القرآن، ج ۱، ص ۷۴

Marfat.com

جب دیکھا کہ وہ محروم رہے بنی اسمٰعیل نوازے گئے تو حسد سے منکر ہو گئے۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ حسد حرام اور محرومیوں کا باعث ہے۔ ﴿فَبَآؤُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ﴾ یعنی انواع و اقسام کے غضب کے سردار ہوئے۔ ﴿وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ ذلت و اہانت والا عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے مومنین کو گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوا بھی تو ذلت و اہانت کے ساتھ نہ ہو گا۔ (۱)

مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت ۸۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''قرآن کو جو مصدق توراۃ فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ توراۃ میں بعثتِ محمدیہ ﷺ اور نزول قرآن کی جو پیشنگوئیاں تھیں ان سے ان کا صدق ظاہر ہو گیا، سو توراۃ کا ماننے والا تو قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی تکذیب کر ہی نہیں سکتا ورنہ توراۃ کی تکذیب لازم آئے گی۔''(۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ آیت ۸۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ کی آمد سے پہلے یہودی بے چینی کے ساتھ اُس نبی کے منتظر تھے جس کی بعثت کی پیشن گوئیاں ان کے انبیا نے کی تھیں۔ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو کفارہ کا غلبہ مٹے اور پھر ہمارے عروج کا دور شروع ہو۔ خود اہل مدینہ اس بات کے شاہد تھے کہ بعثتِ محمدی ﷺ سے پہلے یہی ان کے ہمسایہ یہودی آنے والے نبی کی امید پر جیا کرتے تھے اور ان کا آئے دن کا تکیہ کلام یہی تھا کہ ''اچھا، اب تو جس جس کا جی چاہے ہم پر ظلم کر لے، جب وہ نبی آئے گا تو ہم ان سب ظالموں کو دیکھ لیں گے''۔ اہل مدینہ یہ باتیں سنے ہوئے تھے، اسی لئے جب انہیں نبی ﷺ کے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ دیکھنا، کہیں یہ یہودی تم سے بازی نہ لے جائیں۔ چلو، پہلے ہم ہی اس نبی پر ایمان

(۱) حاشیہ کنز الایمان

(۲) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۶۰

Marfat.com

لے آئیں۔ مگر ان کے لئے یہ عجیب ماجرا تھا کہ وہی یہودی، جو آنے والے نبی کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے تھے، اس کے آنے پر سب سے بڑھ کر اس کے مخالف بن گئے۔''(۱)

حافظ ابن کثیرؒ آیت ۸۹ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

''جب کبھی یہودیوں ﷺ عرب کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب اللہ کی سچی کتاب لے کر اللہ کے ایک عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں ایسا قتل و غارت کریں گے کہ تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ اللہ یا تو اس نبی کو جلد بھیج جس کی صفتیں ہم توراۃ میں پڑھتے ہیں تاکہ ہم ان پر ایمان لاکر ان کے ساتھ مل کر اپنا بازو مضبوط کر کے تیرے دشمنوں سے انتقام لیں۔ مشرکوں سے کہا کرتے تھے کہ اس نبی کا زمانہ اب بالکل قریب آگیا ہے لیکن جس وقت حضور ﷺ مبعوث ہوئے، تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں، پہچان بھی لیا، دل سے قائل بھی ہو گئے مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے، حسد کیا اور آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے لعنت یافتہ ہو گئے بلکہ وہ مشرکین مدینہ جو ان سے یہ سنتے چلے آتے تھے، انہیں ایمان نصیب ہوا اور بالاخر حضور کے ساتھ مل کر وہ یہود پر غالب آگئے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت بشر بن براء، حضرت داؤد بن سلمہ نے ان یہود مدینہ سے کہا بھی کہ تم تو ہماری شرک کی حالت میں ہم سے حضور کی نبوت کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے مگر اب جب کہ وہ اوصاف جو تم حضرت کے بیان کرتے تھے، وہ تمام اوصاف آپ میں ہیں۔ پھر تم خود ایمان کیوں نہیں لاتے؟ آپ کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ تو سلام بن مشکم نے جواب دیا کہ ہم ان کے بارہ میں نہیں کہتے تھے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ پہلے تو

(۱) تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۹۳

Marfat.com

مانتے تھے۔ منتظر بھی تھے لیکن آپ ﷺ کے آنے کے بعد حسد اور تکبر سے اپنی ریاست کے کھوئے جانے کے ڈر سے صاف انکار کر بیٹھے۔''

پھر آیت ۹۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ ان یہودیوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کے بدلے تکذیب کی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بدلے کفر کیا۔ آپ کی نصرت و امداد کے بدلے مخالفت اور دشمنی کی۔ اس وجہ سے اپنے آپ کو جس غضب الٰہی کا سزا دار بنایا، وہ بدترین چیز ہے جو بہترین چیز کے بدلے انہوں نے لی اور اس کی وجہ سوائے حسد و بغض، تکبر و عناد کے اور کچھ نہیں چونکہ حضور ﷺ ان کے قبیلے میں سے نہ تھے بلکہ آپ عرب میں سے تھے۔ اس لئے یہ منہ موڑ کر بیٹھ گئے حالانکہ اللہ پر کوئی حاکم نہیں۔ وہ رسالت کے حق دار کو خوب جانتا ہے۔ وہ اپنا فضل و کرم اپنے جس بندے کو چاہے عطا فرماتا ہے۔ پس ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا۔ دوسرا حضور ﷺ کے ساتھ کفر کرنے کے سبب نازل ہوا۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ پہلا غضب حضرت عیسیٰ کو پیغمبر نہ ماننے کی وجہ سے اور دوسرا غضب حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر تسلیم نہ کرنے کے سبب سے، سدی کا خیال ہے کہ پہلا غضب بچھڑے کے پوجنے کی بابت تھا دوسرا غضب حضور کی مخالفت پر بنا پر۔

چونکہ یہ حسد و بغض کی وجہ سے حضور ﷺ کی نبوت سے انکاری ہوئے تھے اور اس حسد بغض کا اصلی باعث ان کا تکبر تھا، اس لئے انہیں ذلیل عذابوں میں مبتلا کر دیا گیا تاکہ گناہ کا پورا بدلہ ہو جائے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیۡنَ۠﴾ (المومن، ۴۰: ۶۰) میری عبادت سے جو بھی تکبر کریں گے، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، متکبر لوگوں کا حشر قیامت کے دن انسانی صورت میں چیونٹیوں کی طرح ہو گا جنہیں تمام چیزیں روندتی ہوئی چلیں گی اور

Marfat.com

جہنم کے ''بولس'' نامی قید خانے میں ڈال دیے جائیں گے جہاں کی آگ دوسری تمام آگوں سے تیز ہوگی اور جہنمیوں کا لہو پیپ وغیرہ انہیں پلایا جائے گا۔''(۱)

آگے چل کر آیت ۹۱۔۹۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی جب ان سے قرآن پر اور نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں توراۃ انجیل پر ایمان رکھنا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس میں بھی جھوٹے ہیں۔ قرآن تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کی تصدیق موجود ہے، جیسے فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾[البقرہ ۲: ۱۴۶ تا ۱۴۷] یعنی اہل کتاب آپ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں پس آپ کے انکار کا مطلب توراۃ انجیل سے بھی انکار کے مترادف ہے۔ اس حجت کو قائم کر کے اب دوسری طرح حجت قائم کی جاتی ہے کہ اچھا توراۃ اور انجیل پر اگر تمہارا ایمان ہے، پھر اگلے انبیاء جو انہی کی تصدیق اور تابعداری کرتے ہوئے بغیر کسی نئی شریعت اور نئی کتاب کے آئے تو تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ معلوم ہوا کہ تمہارا ایمان نہ تو اس کتاب پر ہے، نہ اس کتاب پر۔ تم محض خواہش کے بندے، نفس کے غلام، اپنی رائے قیاس کے غلام ہو۔ پھر فرمایا کہ اچھا موسیٰ ؑ سے تو تم نے بڑے بڑے معجزے دیکھے، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون وغیرہ جو ان کی بدعا سے بطور معجزے ظاہر ہوئے۔ لکڑی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن چاند بن جانا، دریا کو چیر دینا اور پانی کو پتھر کی طرح بنا دینا، بادلوں کا سایہ کرنا، من وسلویٰ اتارنا، پتھر سے نہریں جاری کرنا وغیرہ تمام بڑے بڑے معجزات جو ان کی نبوت کی اور اللہ کی توحید کی روشن دلیلیں تھیں سب اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن ادھر حضرت موسیٰ ؑ طور پہاڑ بن گئے، ادھر تم نے بچھڑے کو اللہ بنا لیا۔ اب بتاؤ کہ خود توراۃ پر اور خود حضرت موسیٰ پر بھی تمہارا ایمان کہاں گیا؟ کیا یہ بدکاریاں تمہیں ظالم

---

(۱) تفسیر ابن کثیرؒ، ج ۱، ص ۱۸۴۔ ۱۸۵

Marfat.com

کہلوانے والی نہیں؟۔''(۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ان کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب ان کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی۔ قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں ﷺ اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہوگئے اور ملعون ہوئے۔''(۲)

''احمد'' نام جب مضبوط قلعہ بنا تو اُس کی ذات کس اعلیٰ درجہ کی ہوگی؟

جب ذات مصطفیٰ اپنی پیدائش سے پہلے پچھلی اُمتوں میں صرف اپنے بابرکت نام کے وسیلہ سے اُن کی نجات کا باعث تھی تو اپنی پیدائش اور اعلان نبوت کے بعد عالم انسانیت کے لیے باعث نجات کیوں نہیں ہونگے؟ مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں کیا خوبصورت حقیقت قرآنی بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

بود درِ انجیل نامِ مصُطفیٰ	مصطفیٰؐ کا نام انجیل میں تھا
آن سَرِ پیغمبران بحرِ صَفا	جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سَمندر ہیں
بود ذکرِ حُلیه ها وشکِل اُو	اُن کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا
بود ذکرِ غزو وصوم واکل اُو	اُن کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا
طائفه نصرانیان بهرِ ثواب	مسیحیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے
چون رسید ندیے بدان نام وخطاب	جب اُس نام اور خطاب پر پہنچتے

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۸۶

(۲) حاشیہ ترجمہ قرآن

Marfat.com

بوسه دادندے برآن نامِ شریف
رُونها دندے بداں وصفِ لطیف
اندریں قصّه که گفتم آن گروه
ایمن از فتنه بُد ندواز شکوه
ایمن از شرِاِ میران و وزیر
درپناهِ نامِ اَحمد مُستجیر
نسل ایشاں نیز هم بسیار شُد
نورِ احمد ناصر آمد یار شُد
واں گروهِ دیگر از نصرانیاں
نامِ احمد داشتندے مُستهاں
مُستهان و خوار گشتنداز فِتن
از وزیرِ شوم رائے شوم فن
مُستهان و خوار گشتند آن فریق
گشته محروم از خود وشرطِ طریق
هم مُخبّطَ دین شاں و حُکمِ شاں
ازپئے طومار هائے کثربیاں
نامِ احمدؐ چوں چنیں یاری کند
تاکه نورش چوں مددگاری کند

اُس متبرک نام کو بوسہ دیتے
اُس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے
اُس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے
وہ خوف و خطر سے بے خوف تھا
سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن
اور احمدؐ کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا
اُن کی نسل بھی زیادہ ہو گئی
اور احمدؐ کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا
لیکن مسیحیوں کا دوسرا گروہ
احمدؐ کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے
بدرائے اور بدکار وزیر کے
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا
اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی
اُن کا مذہب اور اُن کا قانون بھی تہ و بالا ہو گیا
کج بیان دفتروں کی وجہ سے
احمدؐ کا نام جب اس طرح مدد کرتا ہے
تو اُن کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

Marfat.com

نامِ احمدؐ چون حِصارے شد حَصین — احمدؐ کا نام جب مضبوط قلعہ بنا
تاچہ باشدِ ذاتِ آن روحُ الامیں — تو اُس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہو گی؟(۱)

آٹھویں دلیل:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَھُمْ ط وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝﴾ (۲)

"اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان کی شان وعظمت) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلاشبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور یقیناً انہی میں سے ایک طبقہ حق کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۝ (اے سننے والے!) حق تیرے رب کی طرف سے ہے سو تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۝"

یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نبی کو اہل کتاب اِس طرح سے پہچانتے ہوں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو تو پھر اُس کی تشریف آوری کے بعد (بعض لوگوں کے نزدیک) اُن پر ایمان لانا نجات پانے کے لیے ضروری نہیں صرف اعمالِ صالحہ ہی کافی ہیں: مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"﴿اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتَاب﴾ یعنی علماء یہود ونصاریٰ ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ ھُمْ﴾ مطلب یہ ہے کہ کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں حضور سید عالم ﷺ کے اوصاف ایسے واضح اوصاف بیان کئے گئے ہیں جن سے علماء اہل کتاب کو حضور کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ شک وشعبہ باقی نہیں رہ سکتا اور وہ حضور کے اس منصب عالی کو اتم یقین کے ساتھ جانتے ہیں احبار یہود میں سے عبد اللہ بن سلام

---

(۱) مثنوی مولائے روم، دفتر اول، ص ۱۰۲-۱۰۳

(۲) البقرۃ، ۲: ۱۴۶، ۱۴۷

Marfat.com

مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آیۃ یَعْرِفُوْنَهٗ میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اسکی کیا شان ہے انہوں نے فرمایا کہ اے عمر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا حضور کو پہچاننا اپنے بیٹوں کے پہچاننے سے بدر جہا زیادہ اتم و اکمل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کی طرف سے اسکے بھیجے رسول ہیں ان کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب توریت میں بیان فرمائے ہیں بیٹے کی طرف سے ایسا یقین کس طرح ہو عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سر چوم لیا۔"(۱)

نویں دلیل:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾(۲)

"اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۝ (اب پوری نسل آدم کے لیے تنبیہاً فرمایا) پھر جس نے اس (اقرار) کے بعد روگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے ۝"

---

(۱) حاشیہ کنزالایمان

(۲) آل عمران، ۳: ۸۱، ۸۲

Marfat.com

مولانا محمد شفیع لکھتے ہیں:

''علامہ سبکیؒ اپنے رسالہ ''التعظیم والمنته فی لتو منن به ولتنصرنه''میں فرماتے ہیں کہ'' آیت میں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات والا صفات کے بارے میں تائید ونصرت اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو، اور کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو آپ ﷺ پر ایمان لانے اور تائید ونصرت کی وصیت نہ کی ہو،اور اگر حضور اکرم ﷺ کی بعثت انبیاء کے زمانے میں ہوتی تو ان سب کی نبی آپ ﷺ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء آپ ﷺ کی امت میں شمار ہوتے،اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی شان محض نبی الامّت ہی کی نہیں ہے بلکہ نبی الانبیاء کی بھی ہے۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت''عامہ اور شاملہ'' ہے اور آپ ﷺ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں، اس بیان سے آپ ﷺ کے ارشاد''بعثت الی الناس کا فته ''کا صحیح مفہوم بھی نکھر کر سامنے آ جاتا ہے،کہ اس حدیث کا مطلب یہ سمجھنا کہ آپ ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک کے لئے ہے صحیح نہیں م، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اتناد وسیع ہے کہ آدم ؑ کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے،جیسا کہ ایک حدیث میں' آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ''کنت نبیاد ادم بین الروح و الجسد''محشر میں شفاعتِ کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام نبی آدم کا آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کے امامت کرانا حضور ﷺ کی اسی سیادتِ عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔''(۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا علی اور ابنِ عباس ؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، جلد ۲، ص ۹۶، ۹۷

Marfat.com

یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم و عالمیاں محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں تو اُس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور کی رسالت پر ایمان لا کر آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیائے نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا السید محمود بن عبد اللہ حسینی الآلوسی صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں: ومن هنا ذهب العارفون إلى أنه ﷺ هو النبی المطلق والرسول الحقيقی والمشروع الاستقلالی وأن من سواه من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام فی حکم التبعیة له ﷺ۔ یعنی اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم محمد رسول ﷺ ہیں اور جملہ دیگر انبیائے حضور ﷺ کے تابع ہیں۔''(۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''شبِ معراج تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس میں مجتمع ہو کر حضور فخرِ کائنات کے امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق تھی۔ اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمت شان اور جلالت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہو گا جب ساری مخلوق خدا خوف سے لرزہ بر اندام ہو گی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء لواحمد ہاتھ میں لئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ اللھم صلیٰ علیٰ حبیبک وصفیک صاحب لواء الحمد والمقام المحمود وبارک وسلم واحشرنا فی زمرته و تحت لوائه وارزُقنا شفاعته وادخلنا معه فی الجنة انک سمیع الدعاء۔''(۲)

افظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدم ﷺ سے لے کر حضرت عیسیٰ ﷺ تک کے

---

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۳: ۲۱۰

(۲) تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۱، ص ۲۴۸

Marfat.com

تمام انبیاء کرام سے الہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب و حکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں (آخری) رسول ﷺ آ جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ اپنے علم و نبوت کی وجہ سے اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے، پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اسی عہد و میثاق پر مجھے ضامن ٹھہراتے ہو۔ سب نے کہا، ہاں ہمارا اقرعار ہے تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔ حضرت علی بن ابو طالب ری اللہ تعالیٰ فراماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کرے کہ وہ بھی حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی تابیداری میں لگ جائے۔ طاؤس، حسن، بصری اور قتادہ فرماتے ہیں، نبیوں سے اللہ نے وہ عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں، کوئی یہ نہ سمجھے کے یہ تفسیر اوپر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کی تائید ہے۔ اسی لئے حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ سے ان کے لڑکی روایت مثل روایت حضرت علی ﷺ اور ابن عباس ﷺ کے بھی مروی ہے۔''(۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ خاتم النبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپ کی نبوت ہوتی، آپ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کے تابعداری پر جو اس وقت ہوں، آپ کی فرمانبرداری مقدم رہتی، یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام آپ ہی بنائے گئے، اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو انجام تک پہنچانے میں آپ ہی شفیع ہوں گے۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں، تمام

(۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، ص ۵۰۶

Marfat.com

انبیاء اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے بالآخر آپ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے، قیامت کے دن تک، آمین۔''(۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

''یعنی اللہ نے ہر نبی سے پختہ وعدہ لے لیا تھا کہ اپنے بعد آنیوالے نبی کی تصدیق کرنا اور اپنی امت کو بھی حکم دینا کہ وہ آنیوالے نبی کی پیروی کریں حضرت ابن عباس ؓ نے جو تشریح کی ہے اس کا یہی مطلب ہے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ آدم ؑ اور آدم کے بعد ہر نبی سے اللہ نے وعدہ لے لیا تھا کہ تم اور تمہاری امت محمد ﷺ کی تصدیق کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہو جائے تو تم سب اونکی مدد کرنا (گویا حضرت ابن عباس ؓ کے قول پر رسول سے عام پیغمبر مراد ہیں اور حضرت علی ؓ کی تشریح پر صرف رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک مراد ہے)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ میثاق النبیین سے میثاق اہل کتاب مراد ہے یعنی بنی اسرائیل سے اللہ نے عہد لے لیا تھا۔ اس صورت میں یا مضاف محذوف مانا جائیگا یعنی میثاق اولاد النبیین۔ یا بطور استہزاء میثاق اہل کتاب کو میثاق انبیاء فرمایا کیونکہ اہلِ کتاب کا خیال تھا کہ ہم اہلِ کتاب ہیں ہم محمد ﷺ سے زیادہ نبوت کے مستحق ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ میثاق کی اضافت فاعل کی طرف ہے انبیاء نے اپنی امتوں سے عہد لیا تھا اس توجیہ کی تائید حضرعت ابن مسعود ؓ اور حضرت ابی بن کعب ؓ کی قرات سے ہوتی ہے ان دونوں حضرات کی قرآت میں میثاق الذین اور توا الکتاب ہے لانسبین نہیں ہے۔

مگر صحیح مطلب وہی ہے جو سب سے پہلے بیان کر دیا گیا وہی متواتر قرات کے موافق ہے پس اللہ نے حضرت موسیٰ ؑ سے عہد لیا تھا کہ تم خود عیسیٰ ؑ کی

() تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، ص ۵۰۶، ۵۰۷، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ، لاہور

Marfat.com

تصدیق کرو اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی عہد لیا تھا کہ تم خود محمد ﷺ کی تصدیق اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائیں اور انکی مدد کریں اسی لئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا ﴿یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ﴾ [الصف،٦١:٦] پھر قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قرأت متواترہ میں کوئی تضاد بھی نہیں ہے کیونکہ لیڈر کا عہد اس کے متبعین کا عہد ہوتا ہے (جب انبیاء سے عہد لے لیا تو بس ان کی اُمتوں سے بھی لے لیا)۔''

﴿ثُمَّ جَاءَ کُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ﴾ مَا مَعَکُم سے مراد ہے کتاب۔ بعض علماء کے نزدیک رسول سے مراد ہے صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات کیونکہ تمام انسانوں کے لئے آپ ہی کی بعثت ہوئی تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہی مطلب اخذ کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں تو اس کی صراحت ہے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ عام ہے تعین کی کوئی دلیل نہیں ہے گذشتہ امتیں ہوں یا آنیوالی سب کے لئے تمام انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے اور لا نفرق بین الحد من رسلہ کہنا لازم ہے (دین کی وحدت اور عدم تفرق کے متعلق) اللہ نے فرمایا ﴿شَرَعَ لَکُم مِنَ الدِّین مَا وَصّٰی بہ نُوحًا وَالذیٓ اَوحَینَآ الَیکَ وَمَا وَصَّینا بہ اِبراھِیمَ وَ موسٰی وَ عِیسٰی اَن اقیموا الدینَ وَلَا تَفَرَّقُوا فِیہ﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں رسول اللہ ﷺ کے ذکر کی خصوصیت صرف اہل کتاب کو قائل کرنے کے لئے ہے کیونکہ اہلِ کتاب سے کلام صرف رسول اللہ ﷺ کے متعلق تھا کسی دوسرے پیغمبر کے متعلق نہ تھا لیکن اس خصوصیت کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خاص طور پر اخذ میثاق آپ کی فضیلت کے اظہار کے لئے ہو مُصَدِّقًا لِمَا کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس رسول کی تکذیب سے کتاب سابق کی تکذیب لازم آتی ہے۔''(١)

(١) تفسیر مظہری، جلد ٢، ص ٢٨١، ٢٨٢

Marfat.com

دسویں دلیل:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ○ وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○﴾ (۱)

''اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کا بھی کہنا مانو گے تو وہ تمہارے ایمان (لانے) کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں گے○ اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالاں کہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں، اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان ہو○''

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کا بھی کہنا مانو گے تو وہ تمہارے ایمان (لانے) کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں گے'' سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ اگر تم اہل کتاب کے بعض ''اہل علم'' کی یہ دلیل مان لو کہ نجات کے لیے صرف اعمالِ صالحہ ہی کافی ہیں اور رسالت محمدی پر ایمان لانا ضروری نہیں تو یہ تمہارا واپس کفر کی طرف جانا ہوگا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری اِس آیت کا شانِ نزول لکھتے ہیں:

''یثرب کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں عرصہ قدیم سے دشمنی چلی آتی تھی۔ بارہا یہ ایک دوسرے سے جنگ کر چکے تھے جن میں وہ ایک دوسرے کو بڑی بے دردی سے قتل کیا کرتے تھے۔ حضور سراپا نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یثرب کی سرزمین کو اپنے مبارک قدموں سے نوازا تو حضور ﷺ کی تعلیم کی برکت سے

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۰۔۱۰۲

Marfat.com

ان کی دیرینہ عداوت اور خاندانی دشمنی اخوت و محبت میں بدل گئی۔ وہ چاک جن کے رفو ہونے کا امکان نہ تھا۔ وہ گہرے زخم جن کے مندمل ہونے کی کوئی صورت نہ تھی حضور ﷺ کی محبت کی اکسیر نے ان سب کا درماں کر دیا۔ اوس وخزاج کی باہمی مصالحت اور دوستی یہود کے لئے ناقابل براشت تھی۔ ایک روز شاس بن قیس یہودی کا گزر ایک ایسی مجلس پر ہوا جس میں اوس وخزرج محبت و پیار کے جذبات سے سرشار ہو کر مصروف گفتگو تھے۔ وہ تو جل بھن کر رہ گیا۔ اس کی انگیخت پر ایک دوسرا یہودی اس مجلس میں گیا اور ایسے اشعار پڑھنے شروع کر دیے جن میں ان کی پرانی جنگوں کا ذکر تھا۔ اس کی یہ چال کامیاب ثابت ہوئی اور اوس وخزرج میں تُرش کلامی شروع ہوگئی جس نے بڑھتے بڑھتے جنگ کی شکل اختیار کر لی۔ تلواریں سونت لی گئیں۔ نیزے سنبھال لئے گئے اور صفیں درست کر لی گئیں۔ اسی اثناء میں اس کی اطلاع نبی کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم کو پہنچی۔ حضور اپنے صحابہ کی معیت میں اس مقام پر پہنچے اور خود دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اے اوس وخزرج! تمہیں کیا ہو گیا۔ میری موجودگی میں تم عہدِ جاہلیت کی رسم کو تازہ کر رہے ہو۔ وہ عداوت اور دشمنی جس کے شعلوں کو اسلام کے ابر رحمت نے بجھا دیا۔ کیا تم پھر انہیں بھڑکانا چاہتے ہو۔ یہ شیطان کی وسوسہ اندازی ہے اور تمہارے دشمن کی سازش ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ یکدم انہوں نے ہتھیار زمین پر پھینک دیے۔ اور وہ آنکھیں جن سے ایک لمحہ پہلے غصہ وغضب کے انگارے برس رہے تھے اب اشکبار تھیں۔ اور وہ دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں وہ ابدی حقیقت پیش کی گئی ہے جس پر زمانہ کی ہر کروٹ نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ انیسویں صدی پر ہی نگاہ ڈالئے۔ برِ اعظم پاک و ہند میں مِلتِ اسلامیہ پر کیا گزری۔ یورپ کے عیسائیوں نے مسلمانوں حکمرانوں کو کس طرح ایک دوسرے کے خلاف اکسا کر اسلامی مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شرقِ اوسط کے مسلمان فرمانرواؤں نے کس کی انگیخت پر خلافت عثمانیہ کے

Marfat.com

خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اوور کس طرح اپنے وقار کا جنازہ نکالا۔ مسلمانوں نے جب بھی اغیار پر یوں اندھا اعتماد کیا انہیں ان روح فرسا حالات سے دو چار ہونا پڑا۔ اسلام نے کسی کے ساتھ کار خیر میں تعاون سے منع نہیں کیا۔ لیکن اس نے دوسروں سے فریب اور دھوکا کھانے سے ضرور روکا ہے۔'' (تفسیر ضیا القرآن)

گیارویں دلیل:

﴿وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَo بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo﴾ (۱)

''اور (اہلِ کتاب) کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز کوئی بھی داخل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، یہ ان کی باطل امیدیں ہیں، آپ فرما دیں کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو اپنی (اس خواہش پر) سند لاؤo ہاں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے جھکا دیا (یعنی خود کو اللہ کے سپرد کر دیا) اور وہ صاحبِ احسان ہوگیا تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گےo''

اصولِ ایمان تو ہر رسول اور ہر شریعت کے زمانے میں مشترک و یکساں رہے ہیں، البتہ عمل صالح ومقبول کی شکلیں بدلتی رہی ہیں، تورات کے زمانے میں عمل صالح وہ سمجھا گیا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کی تعلیم کے مطابق تھا، انجیل کے دور میں عمل صالح وہی عمل تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کی تعلیم سے مطابقت رکھتا تھا، اور اب قرآن کے زمانے میں وہی عمل عملِ صالح کہے جانے کا مستحق ہوگا جو نبی آخر الزماں ﷺ کے فرمان اور ان کی لائی ہوئی اللہ کی کتاب ''قرآن مجید'' کی ہدایت کے مطابق ہو گا۔ ﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَهٗ﴾ اور ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ کے ذریعے واضح کر دیا گیا ہے کہ نجات اخروی اور دخول جنت کے لئے صرف قصدِ اطاعت کافی

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۱۱، ۱۱۲

Marfat.com

نہیں، بلکہ حسنِ عمل بھی ضروری ہے، اور حسنِ عمل کا مصداق وہی تعلیم و طریق ہے جو قرآن اور سنت رسول خیر الانام ﷺ کے مطابق ہوگا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

''یہاں پر یہودیوں اور نصرانیوں کے غرور کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور صاف کہتے ہیں کہ ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ سورۂ مائدہ میں ان کا ایک قول یہ بھی بیان ہو ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں جس کے جواب میں قرآن نے کہا کہ پھر تم پر قیامت کے دن عذاب کیوں ہوگا؟ اسی طرح کے مفہوم کا بیان پہلے بھی گذرا ہے کہ ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ ہم چند دن جہنم میں رہیں گے جس کے جواب میں ارشاد باری ہوا کہ یہ دعویٰ بھی محض بے دلیل ہے۔ اسی طرح یہاں ان کے ایک دعویٰ کی تردید کی اور کہا کہ لاؤ دلیل پیش کرو۔ انہیں عاجز ثابت کر کے پھر فرمایا کہ ہاں جو کوئی بھی اللہ کا فرمانبردار ہو جائے اور خلوص و توحید کے ساتھ نیک عمل کرے، اسے پورا پورا اجر و ثواب ملے گا جیسے اور جگہ فرمایا کہ یہ اگر جھگڑیں تو ان سے کہی دو کہ میں اور میرے ماننے والوں نے اپنے چہرے اللہ کے سمنے متوجہ کر دیے۔ غرض یہ ہے کہ اخلاص اور مطابقت سنت ہر عمل کی قبولیت کے لئے شرط ہے تو وَهُوَ مُحْسِن سے مراد اتباع سنت ہے۔ نرا خلوص بھی عمل کو مقبول نہیں کرا سکتا جب تک سنت کی تابعداری نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔'' (مسلم)

پس رہبانیت کا عمل گو خلوص پر مبنی ہو لیکن تاہم اتباع سنت نہ ہونے کی وجہ سے وہ مردود ہے۔ ایسے ہی اعمال کی نسبت قرآن حکیم کا ارشاد ہے ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ [الفرقان، ۲۵:۲۳] یعنی انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے سب رد کر دیے دوسری جگہ فرمایا کافروں کے اعمال ریت کے چمکیلے تودوں کی طرح ہیں جنہیں پیاسا پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہروں پر ذلت برستی ہوگی۔ جو عمل کرنے والے تکلیفیں اٹھانے والے ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی

Marfat.com

آگ میں داخل ہوں گے اور گرم کھولتا ہوا پانی انہیں پلایا جائے گا۔ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں مراد یہود و نصاریٰ کے علماء اور عابد لئے ہیں۔''

مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حاصل استدلال کا یہ ہو کہ جب یہ قانون مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ بات کس پر صادق آتی ہے؟ سو ظاہر ہے کہ کسی حکم سابق کے منسوخ ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنے والا کسی بھی طور پر فرمانبردار نہیں کہلا سکتا۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ فرمانبردار ہوئے، بلکہ حکم ثانی پر عمل کرنا فرمانبرداری سمجھی جائے گی، اور یہ شان مسلمانوں کی ہے کہ نبوت و شریعت محمد ﷺ یہ کو قبول کر لیا، چنانچہ یہی جنت میں داخل ہونے والے شمار ہوئے۔''(۱)

آگے چل کر فرماتے ہیں:

''ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے پر رد کا ذکر فرما کر ان کی نادانی اور اس اختلاف کے مضر اثرات کا بیان، پھر اصل حقیقت کا اظہار فرمایا ہے، ان تمام واقعات میں مسلمانوں کے لئے بڑی اہم ہدایات ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔ یہود و نصاریٰ دونوں نے دین کی اصل حقیقت کو فراموش کر کے مذہب کے نام پر ایک قومیت بنا لی تھی، اور ان میں سے ہر ایک اپنی ہی قوم کے جنتی اور مقبول ہونے، اور اپنے سوا تمام اقوام عالم کے دوزخی اور گمراہ ہونے کا معتقد تھا۔ اس نامعقول اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرکین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ عسائیت بھی بے بنیاد اور یہودیت بھی بے اصل حق و صحیح بس ہماری بت پرستی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان دونوں قوموں کی جہالت و گمراہی کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں قومیں جنت میں جانے کے اصل سبب سے غافل ہیں، محض مذہب کے نام کی قومیت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۹۰

Marfat.com

مذہب یہود یا نصاریٰ یا اسلام ان سب کی اصل روح دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ بندہ دل و جان سے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا عقیدہ و مذہب سمجھے، چاہے یہ کسی مذہب میں حاصل ہو، حقیقت دین و مذہب کو فراموش کر کے یا پسِ پشت ڈال کر یہودی یا نصرانی قومیت کو اپنا مقصد بنا لینا دین و مذہب سے ناواقفیت اور گمراہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے صرف یہ بھی کافی نہیں کہ کوئی آدمی اپنے دل سے خدا کی فرمانبرداری کا قصد تو درست کر لے، مگر اطاعت فرمانبرداری اور عبادت کے طریقے اپنے ذہن و خیال کے مطابق خود گھڑ لے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ عبادت و اطاعت اور امتثال امر کے طریقے بھی وہی اختیار کرے جو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے بتائے اور متعین کئے ہوں۔

پہلی بات بَلیٰ مَنْ اَسلَمَه کے ذریعے اور دوسری وَهُوَ مُحسِنٌ الخ کے ذریعے واضح کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ نجات اخروی اور دخول جنت کے لئے صرف قصد اطاعت کافی نہیں، بلکہ حسنِ عمل بھی ضروری ہے، اور حسن عمل کا مصداق وہی تعلیم و طریق ہے جو قرآن اور سنت رسول خیر الانام ﷺ کے مطابق ہو۔"(۱)

پھر آگے فرماتے ہیں:

"پھر اصول ایمان تو ہر رسولؑ اور ہر شریعت کے زمانے میں مشترک و یکساں رہے ہیں، البتہ عمل صالح و مقبول کی شکلیں کچھ ادلتی بدلتی رہی ہیں، توراۃ کے زمانے میں عمل صالح وہ سمجھا گیا، جو حضرت موسیٰ ؑ اور توریت کی تعلیم کے مطابق تھا، انجیل کے دور میں عمل صالح یقیناً وہی عمل تھا جو حضرت عیسیٰ ؑ اور انجیل کی تعلیم سے مطابقت رکھتا تھا، اور اب قرآن کے زمانے میں وہی عمل، عمل صالح کہے جانے کا مستحق ہوگا جو نبی آخر الزماں ﷺ کے فرمان اور ان کی لائی ہوئی اللہ کی

---

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۹۰

Marfat.com

کتاب ''قرآن مجید'' کی ہدایت کے مطابق ہوگا۔''(۱)

بارھویں دلیل:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۝﴾ (۲)

''اے اہلِ کتاب! اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جو ہم نے (اب اپنے حبیب محمد ﷺ پر) اتاری ہے جو اس کتاب کی (اصلاً) تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے قبل کہ ہم (بعض) چہروں (کے نقوش) کو مٹا دیں اور انہیں ان کی پشت کی حالت پر پھیر دیں یا ان پر اسی طرح لعنت کریں جیسے ہم نے ہفتہ کے دن (نافرمانی کرنے) والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۝''

اِس آیت مبارکہ میں واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے کہ اعمالِ صالحہ وہی کام آئیں گے جن کا دارومدار قرآنی تعلیمات اور شریعت محمدی پر ہوگا۔ نیکی اور صالحیت کا دارومدار اب تا قیامت تعلیماتِ قرآن اور اسوہ حسنہ پر ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''کسی چیز کا نام ونشان مٹا دینے کو عربی میں طمس کہتے ہیں۔ اور چہرہ کا حُلیہ بگاڑ دینا اس کے نقش و نگار کو خراب کر دینا ''طمس الوجہ'' کہلاتا ہے۔ یہ اس کا لغوی معنی ہے اور اہلِ زبان صلاحیتوں ک مسخ ہو جانے کے لئے بھی طمس کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ بضیاوی، قرطبی اور دوسرے جلیل القدر مفسرین نے اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے یعنی یہود جن پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں تھی اور پھر بھی وہ انکار پر مصر تھے انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ باز آ جاؤ یہ ضد اچھی نہیں۔ اور اگر تم حق کے سامنے جھک نہ گئے۔

(۱) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۹۰

(۲) النساء، ۴: ۴۷

Marfat.com

تو یاد رکھو حق پذیری کی صلاحیت سے ہی محروم کر دیئے جاؤ گے تمہاری آنکھیں دیکھ تو رہی ہوں گی لیکن حق کو پہچان نہیں سکیں گی۔ تمہارے کان سن تو رہے ہوں گے لیکن حق باپ کو نہیں سنیں گے۔ بیضاوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں "۔۔۔" بعض علماء نے وجوہ کا معنی چہروں کی بجائے روساء کیا ہے یعنی ہم تمہارے سرداروں کے چہرے بگاڑ دیں گے یعنی اب اُن کے چہروں پر جو رونق اور تر و تازگی ہے وہ چھین لی جائے گی۔ ان کے چہرے بے نُور اور بے رونق ہو کر رہ جائیں گے جس پر نامُرادی اور ناکامی کی گرد پڑ رہی ہو گی۔ اور ﴿فَنَرُدَّهَا﴾ کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہیں مدینہ طیبہ سے جلا وطن کر کے پھر سینا کے بے آب و گیاہ صحرا میں لوٹا دیا جائے گا۔"(۱)

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ان دونوں باتوں میں سے ایک ضرور لازم ہے اور لعنت تو ان پر ایسی پڑی کہ دنیا انہیں طعون کہتی ہے یہاں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعض اس وعید اس کا موقوع دنیا میں بتاتے ہیں بعض آخرت میں بعض کہتے ہیں کہ لعنت ہو چکی اور وعید واقع ہو گئی بعض کہتے ہیں ابھی ابھی انتظار ہے بعض کا قول ہے کہ یہ وعیدک اس صورت میں تھی جبکہ یہود میں سے کوئی ایمان نہ لاتا اور چونکہ بہت سے یہود ایمان لے آئے اس لئے شرط نہیں پائی گئی اور وعید اٹھ گئی۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو اعظم علماء کے یہود سے ہیں انہوں نے ملک شام سی واپس آتے ہوئے راہ میں آیت سنی اور اپنے گھر کو پہنچنے سے پہلے اسلام لا کر سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضہ ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نہیں خیال کرتا تھا کہ میں اپنا منہ پیٹھ کی طرف پھر جانے سے پہلے اور چہرہ کا نقشہ مٹ جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاصل ہو سکوں گا یعنی اس خوف سے انہوں نے ایمان لانے میں جلدی کی کیونکہ توریت شریف سے انہیں آپ کے رسول برحق ہونے کا یقینی علم تھا اسی خوف سے حضرت کعب احبار جو علما یہود میں بڑی منزلت رکھتے تھے حضرت عمرؓ،

(۱) پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱

Marfat.com

سے یہ آیت سن کر مسلمان ہو گئے۔'' (۱)

تیرھویں دلیل:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ طَرِیۡقًا ﴿﴾ اِلَّا طَرِیۡقَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَاٰمِنُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿﴾﴾ (۲)

''بے شک جنہوں نے کفر کیا (یعنی نبوتِ محمدی کی تکذیب کی) اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا، یقیناً وہ (حق سے) بہت دور کی گمراہی میں جا بھٹکے ○ بے شک جنہوں نے (اللہ کی گواہی کو نہ مان کر) کفر کیا اور (رسول کی شان کو نہ مان کر) ظلم کیا، اللہ ہرگز (ایسا) نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ (ایسا ہے کہ آخرت میں) انہیں کوئی راستہ دکھائے ○ سوائے جہنم کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ کام اللہ پر آسان ہے ○ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس یہ رسول (ﷺ) تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لایا ہے، سو تم (ان پر) اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ اور اگر تم کفر (یعنی ان کی رسالت سے انکار) کرو گے تو (جان لو وہ تم سے بے نیاز ہے کیوں کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یقیناً (وہ سب) اللہ ہی کا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ○''

رسالتِ محمدی کے انکار پر کسی بھی عمل میں اتنی طاقت نہیں کہ انسان کو جنت میں داخل کر سکے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسالت محمدی پر ایمان سے انکار پر جہنم کا وعدہ کیا ہے خواہ وہ اہل دُنیا کے نزدیک کتنا ہی متقی و پرہیزگار ہو۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تفسیر میں

---

(۱) حاشیہ کنزالایمان

(۲) النساء، ۴: ۱۶۷۔۱۷۰

Marfat.com

لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کے اوصاف و کمالات جو تورات میں موجود تھے ان کا انکار کر کے انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روک دیا۔۔۔ کیونکہ انہوں نے خود قبول حق کی استعداد کو ضائع کر دیا ہے اور اپنے اعمال سیہ سے اپنے آپ کو جہنم کی سزا کا مستحق بنا دیا ہے۔''(۱)

چودھویں دلیل:

﴿وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ؀﴾ (۲)

''اور یہود و نصاریٰ آپ سے (اس وقت تک) ہرگز خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی اختیار نہ کر لیں، آپ فرما دیں کہ بے شک اللہ کی (عطا کردہ) ہدایت ہی (حقیقی) ہدایت ہے، (امت کی تعلیم کے لیے فرمایا) اور اگر (بفرضِ محال) آپ نے اس علم کے بعد جو آپ کے پاس (اللہ کی طرف سے) آ چکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لیے اللہ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ؀''

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

''آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ تجھ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے لہٰذا تو بھی انہیں چھوڑ اور رب کی رضا کے پیچھے لگ جا۔ انہیں دعوت رسالت پہنچا دی۔ دین حق وہی ہے جو اللہ نے تجھے دیا ہے۔ تو اس پر جم جا۔ حدیث شریف میں ہے، میری امت کی ایک جماعت حق پر جم کر دوسروں کے مقابلہ میں رہے گی اور

---

(۱) پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج ۶، ص ۴۲۳

(۲) البقرہ، ۲: ۱۲۰

Marfat.com

غلبہ کے ساتھ رہے گی یہاں تک کہ قیامت آئے۔ پھر اپنے نبی کو خطاب کر کے دھمکایا کہ ہرگز ان کی رضامندی اور ان سے صلح جوئی کے لئے اپنے دین میں سست نہ ہونا۔ ان کی طرف نہ جھکنا۔ ان کی نہ ماننا۔ فقہاء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی مذہب ہے خواہ وہ یہود ہوں نصرانی ہوں یا کوئی اور ہوں۔ اس لئے کہ ملت کا لفظ یہاں مفرد ہی رکھا جیسے اور جگہ ہے ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔''(۱)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اس پر ایمان یہی لوگ رکھتے ہیں یعنی جو اہل کتاب اپنی کتاب کی سوچ سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں، وہ قرآن پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ o﴾ اور اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور جو کچھ (مزید) ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا تھا (نافذ اور) قائم کردیتے تو (انہیں مالی وسائل کی اس قدر وسعت عطا ہوجاتی کہ) وہ اپنے اوپر سے (بھی) اور اپنے پاؤں کے نیچے سے (بھی) کھاتے (مگر رزق ختم نہ ہوتا)۔ ان میں سے ایک گروہ میانہ رَو (یعنی اعتدال پسند ہے)، اور ان میں سے اکثر لوگ جو کچھ کررہے ہیں نہایت ہی برا ہے o [سورہ مائدہ ٦٦] اور فرمایا ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ط فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ o﴾ فرما دیجیے: اے اہلِ کتاب! تم (دین میں سے) کسی شے پر بھی نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (نافذ اور) قائم کر دو، اور (اے حبیب!) جو (کتاب) آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے یقیناً ان

(۱) تفسیر ابن کثیرؒ، ج ۱، صفحہ ۲۲۵

Marfat.com

میں سے اکثر لوگوں کو (حسداً) سرکشی اور کفر میں بڑھا دے گی، سو آپ گروہِ کفار (کی حالت) پر افسوس نہ کیا کریں○ [سورہ مائدہ، ٦٨] ان کا قائم کرنا مستلزم ہے، کہ تم اس میں جو ہے اسے سچا جانو اور اس میں حضور ﷺ کے ذکر کی صفات، آپ کی تابعداری کا حکم، آپ کی اتباع کی رغبت سب کچھ موجود ہے۔ اور جگہ فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○﴾ (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں○ [الاعراف ۱۵۷:۷] اور جگہ فرمایا ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ط اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا○ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا○﴾[بنی اسرائیل ۱۰۷:۱۷، ۱۰۸] فرما دیجیے: تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے قبل علمِ (کتاب) عطا کیا گیا تھا جب یہ (قرآن) انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں

Marfat.com

کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیںo اور کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہنا تھاo اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِo﴾ (اے حبیب!) اگر پھر بھی آپ سے جھگڑا کریں تو فرما دیں کہ میں نے اور جس نے (بھی) میری پیروی کی اپنا روئے نیاز اللہ کے حضور جھکا دیا ہے، اور آپ اہلِ کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے فرما دیں: کیا تم بھی اللہ کے حضور جھکتے ہو (یعنی اسلام قبول کرتے ہو) پھر اگر وہ فرمانبرداری اختیار کر لیں تو وہ حقیقتاً ہدایت پا گئے، اور اگر منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ فقط حکم پہنچا دینا ہی ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہےo [اٰلِ عمران ۳: ۲۰] اسی لئے یہاں فرمایا کہ کفر کرنے والے خسارے والے ہیں، جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ اور (کافر) فرقوں میں سے وہ شخص جو اس (قرآن) کا منکر ہے (برابر ہو سکتے ہیں) جب کہ آتشِ دوزخ اس کا ٹھکانا ہے [هود، ۱۱:۱۷] صحیح حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس امت میں سے جو بھی مجھے سنے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنم میں جائے گا۔ (۱)

پندرھویں دلیل:

﴿وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَo فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ

(۱) تفسیر ابن کثیرؒ، ج ۱، ص ۲۲۶۔۲۲۷

Marfat.com

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾(۱)

''اور (اہلِ کتاب) کہتے ہیں یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرما دیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو (اس) ابراہیم (علیہ السلام) کا دین اختیار کیے ہوئے ہیں جو ہر باطل سے جدا صرف اللہ کی طرف متوجہ تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۝ (اے مسلمانو!) تم کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر (بھی) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور ان (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو عطا کی گئیں اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان میں سے کسی ایک (پر بھی ایمان) میں فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرمانبردار ہیں۝ پھر اگر وہ (بھی) اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم اس پر ایمان لائے ہو تو وہ (واقعی) ہدایت پا جائیں گے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو (سمجھ لیں کہ) وہ محض مخالفت میں ہیں، پس اب اللہ آپ کو ان کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہوگا، اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۝''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین ابراہیمی کہہ کر پیش کیا ہے یعنی اعمالِ صالحہ وہی کام آئیں گے جو دین ابراہیمی یعنی اسلام کے تحت سرانجام ہونگے۔ اعمال کا دارومدار ایمان ہے مگر صرف اور صرف نبوت و رسالت محمدی پر ایمان کے تحت جسے اِس آیت میں دین ابراہیمی کہہ کر تعارف کروایا گیا ہے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت روسا یہود اور نجران کے نصرانیوں کے جواب میں نازل ہوئی۔ یہودیوں نے تو مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں اور توریت تمام کتابوں سے افضل ہے اور یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ

(۱) البقرہ، ۲: ۱۳۵۔۱۳۷

ہے۔اس کے ساتھ انہوں نے حضرت سید کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ اور انجیل شریف و قرآن شریف کے ساتھ کفر کر کے مسلمانوں سے کہا تھا کہ یہودی بن جاؤ۔ اسی طرح نصرانیوں نے بھی اپنے ہی دین کو حق بتا کر مسلمانوں سے نصرانی ہونے کو کہا تھا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ اس میں یہود و نصاریٰ وغیرہ پر تعریض ہے کہ تم مشرک ہو اس لئے ملت ابراہیم پر ہونے کا دعوی جو تم کرتے ہو وہ باطل ہے۔اس کے بعد مسلمانوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ وہ ان یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دیں ﴿قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا....﴾۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ آیت ۱۳۵ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس جواب کی لطافت سمجھنے کے لئے دو باتیں نگاہ میں رکھیے:

ایک یہ کہ یہودیت اور عیسائیت دونوں بعد کی پیداوار ہیں۔''یہودیت'' اپنے اس نام اور اپنی مذہبی خصوصیات اور رسول و قواعد کے ساتھ تیسری چوتھی صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئی۔ اور ''عیسائیت'' جن عقائد اور مخصوص مذہبی تصورات کے مجموعے کا نام ہے وہ تو حضرت مسیح علیہ اسلام کے بھی ایک مدت بعد وجود میں آئے ہیں۔ اب یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدمی کے برسر ہدایت ہونے کا مدار یہودیت یا عیسائیت اختیار کرنے ہی پر ہے، تو حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء اور نیک لوگ ، جو ان مذہبوں کی پیدائش سے صدیوں پہلے پیدا ہوئے تھے اور جن کو خود یہودی اور عیسائی بھی ہدایت یافتہ مانتے ہیں، وہ آخر کس چیز سے ہدایت پاتے تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ ''یہودیت'' اور ''عیسائیت'' نہ تھی۔ لہٰذا یہ بات آپ سے آپ واضح ہوگئی کہ انسان کے ہدایت یافتہ ہونے کا مدار ان مذہبی خصوصیات پر نہیں ہے، جس کی وجہ سے یہ یہودی اور عیسائی وغیرہ مختلف فرقے بنے ہیں، بلکہ دراصل اس کا مدار اُس عالمگیر صراطِ مستقیم کے اختیار کرنے پر ہے، جس سے ہر زمانے میں انسان ہدایت پاتے رہے ہیں۔

Marfat.com

دوسرے یہ کہ خود یہود و نصاریٰ کی اپنی مقدس کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت ابراہیم ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش، تقدیس، بندگی اور اطاعت کے قائل نہ تھے اور ان کا مشن ہی یہ تھا کہ خدائی کی صفات وخصوصیات میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ لہٰذا یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہودیت اور نصرانیت دونوں اُس راہِ راست سے منحرف ہوگئی ہیں، جس پر حضرت ابراہیم ؑ چلتے تھے، کیونکہ ان دونوں میں شرک کی آمیزش ہوگئی ہے۔ (۱)

علامہ عبدالحق حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''پہلے انبیاء کا طریقہ ہدایت چھوڑ کر یہود و نصاریٰ نے نیا مذہب بنا رکھا تھا۔ اس پر ان کو بڑا ناز تھا۔ اس کی نجات کا راستہ جان کر یہودی کہتے تھے قدیم مذہب ہمارا ہے، بے اس کے ہدایت ممکن نہیں۔ اسی طرح عیسائی کہتے تھے نجات ہمارے مذہب بغیر ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے جواب میں تعلیم فرماتا ہے کہ ان بزرگوں میں سب کے پیشر و حضرت ابراہیم ؑ ہیں۔ کہہ دو کہ ہم خالص ملت ابراہیم ؑ پر ہیں اور وہ مشرک نہ تھے۔ تمہارے مذہب میں شرک کی آلائش ہے۔ اور اس بزرگ کا طریقہ اسلام تھا۔ اسلمتُ ربّ العالمین ان کا شیوہ تھا۔ اس سے قطع نظر صحیح اور ٹھیک راستہ ہدایت کا یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر اور بلا تفرق سب انبیاءؑ پر ایمان لا دے یہی اسلام ہے جس میں بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل کی کوئی بھی تفریق نہیں۔ برخلاف ملت یہود و نصاریٰ و دیگر مذاہب کے انبیاء کو نہیں مانتے پھر بتاؤ کہ قدیم اور حق مذہب اسلام ہے یا کہ تمہارے مذاہب جن پر نجات وہدایت کا تم انحصار کرتے ہو اور لوگوں پر چلنے کا حکم دیتے ہو۔'' (۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آیت ۱۳۵۔۱۳۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''﴿وَقَالُواْ كُونُواْ هُوداً أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ﴾ مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں

(۱) تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۱۱۵

(۲) تفسیر حقانی، ج ۱، ص ۲۷۶

Marfat.com

کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم کو ہدایت نصیب ہو ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾یعنی کہی دو اے محمد ﷺ کہ تمہارا کہنا ہرگز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملت ابراہیم ؑ کے جو سب بُرے مذہبوں سے علیحدٰہ ہے۔نہیں تھا وہ شرک کرنے والوں میں اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکین عب بھی مذہب ابراہیمیؑ کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں ان پر بھی رد ہو گیا اب ان فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملت ابراہیمیؑ پر نہ رہا صرف اہل اسلام ملت ابراہیمیؑ میں رہے۔ فائدہ: ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں۔

اوّل: عقائد (جیسے توحید اور نبوت وغیرہ) سو اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں۔ دوسرے قواعد کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروع مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں اور ملت محمدی ﷺ اور ملت ابراہیمی ؑ کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعہ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کی شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہہوا کہ رسول ﷺ اور حضرت ابراہیم ؑ کی ملت ایک ہے اور شریعت جدا جدا۔ ﴿قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ... وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتاع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جونبی ہو گا اُس کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی پہنچیں گے اس کا اتباع ضروری ہے۔ بخلاف اہل کتاب کے کہ اپنے دین کے سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں چاہے ان کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں جو خدا کے احکام ہیں۔" (۱)

---

(۱) حاشیہ ترجمہ، قرآن

Marfat.com

سولہویں دلیل:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (۱)

"وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔"

یہ کیسے ممکن ہے کہ جس رسول a کو اللہ پاک نے ﴿بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ یعنی قرآن وسنت دے کر بھیجا تاکہ اُس کے لائے ہوئے نظام حیات کو دوسرے ادیان پر دلائل سے حاوی کر دے اُس پر ایمان لائے بغیر محض اعمالِ صالحہ سرانجام دے کر جنت میں داخلہ مل جائے۔ یہی بات قرآن نے دوسرے مقامات پر بیان فرمائی ہے ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾ [فتح، ۴۸: ۲۸] ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [الصف، ۶۱: ۹]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت [التوبہ، ۳۳] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"متن میں ﴿الدِّیْن﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے "جنس دین" کیا ہے۔ دین کا لفظ، جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، عربی زبان میں اُس نظامِ زندگی یا طریق زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مُطاع تسلیم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثتِ رسول کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے۔ دوسرے الفاظ میں رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ

---

(۱) التوبہ، ۹: ۳۳

Marfat.com

زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے۔ بلکہ وہ بادشاہ ارض وسما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیے جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔ خدا کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی تم گونا خوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔''(۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''﴿هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ اسی لئے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر۔ الہدیٰ سے مراد قرآن مجید ہے جو حلال حرام فرائض اور احکام کو کھول کر بیان کرتا ہے اور جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ دین الحق سے مراد اسلام ہے۔ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ﴾ تاکہ اس دین کو تمام مذاہب پر غالب کردے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا اس جگہ اظہار سے مراد ہے واقف بنا دینا اور ہٗ ضمیر رسول اللہ کی طرف راجع ہے اور الدِّيْنِ كُلِّهِ سے مراد ہیں تمام شریعتیں یعنی اللہ نے اپنے رسول کو دین حق کا حامل بنا کر بھیجا تاکہ تمام شریعتوں سے ان کو واقف کر دے۔ دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ اظہار سے مراد ہے غالب کر دینا اور ہٗ ضمیر حق کی طرف راجع ہے۔ یعنی اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرنے ان کو منسوخ کرنے کے لئے یا دوسرے مذاہب والوں پر غالب بنانے کے لئے تاکہ تمام اہل ادیان اسلام کے مطیع ہو جائیں اور اس کو اختیار کر لیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور ضحاک نے کہا یہ بات حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ہو جائے گی تمام مذاہب والے مسلمان ہو جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کی مرفوع روایت ہے کہ عیسیٰ کے زمانے میں تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔''(۲)

---

(۱) تفسیر تفہیم القرآن، جلد ۲، ص ۱۹۰

(۲) تفسیر مظہری، جلد ۵، ص ۲۵۹ تا ۲۶۰

Marfat.com

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''امام شافعیؒ نے فرمایا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو تمام مذاہب پر اس طرح غالب کیا کہ ہر سننے والے کو بتا دیا ہے کہ رسول حق پر ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والے باطل پر۔''(۱)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''پس حضور کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام اور مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔ آنحضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے لئے زمین کی مشرق اور مغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق اور مغرب فتح ہوگا تمہارے سردار جہنمی ہیں، بجز ان کے جو متقی، پرہیز گار اور امانت دار ہوں۔ فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عز وجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزو کو عزیز کرے گا۔ اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔ حضرت تمیم داری ؓ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیر و برکت، عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا ہے اسے ذلت و نکبت، نفرت و لعنت نصیب ہوئی۔ پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کریگا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی انہیں آنا پڑے گا۔''(۲)

---

(۱) تفسیر مظہری، جلد ۵، ص ۲۶ تا ۲۶۱

(۲) تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، ص ۴۹ تا ۵۰

Marfat.com

سترھویں دلیل:

﴿فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ‌ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا‌ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ۝﴾ (۱)

''پس اللہ جس کسی کو (فضلاً) ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کسی کو (عدلاً اس کی اپنی خرید کردہ) گمراہی پر ہی رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ (ایسی) شدید گھٹن کے ساتھ تنگ کر دیتا ہے گویا وہ بمشکل آسمان (یعنی بلندی) پر چڑھ رہا ہو اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذابِ (ذلت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۝ اور یہ (اسلام ہی) آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے بے شک ہم نے نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لیے آیتیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں۝''

شرح صدر رسالت محمدی پر ایمان کے ساتھ ہی مشروط ہے۔ اعمالِ صالحہ بھی تبھی کام آئیں گے اگر وہ رسالتِ محمدی پر ایمان اور محبت رسول کی نسبت سے منسلک ہوں۔ حافظ ابن کثیر لفظ ﴿حَرَجاً﴾ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک بادیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرجہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس نہ تو چرواہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے، ایسا ہی منافق کا دل ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی جگہ پاتی ہی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے اسے سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے۔ خود قرآن میں ہے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ﴾ اللہ نے تمہارے

---

(۱) الانعام، ۶: ۱۲۵-۱۲۶

Marfat.com

دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا شکی دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اسے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ جیسی کسی پر آسمان کی چڑھائی مشکل ہو۔ جیسے وہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح توحید و ایمان بھی اس کے قبضے سے باہر ہیں۔ پس مردہ دل والے کبھی بھی اسلام قبول نہی کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بے ایمانوں پر شیطان مقرر کر دیتا ہے جو انہیں بہکاتے رہتے ہیں اور خیر سے ان کے دل کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ نحوست ان پر برستی رہتی ہے اور عذاب ان پر اتر آتے ہیں۔" (۱)

اٹھارویں دلیل:

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ٥﴾ (۲)

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا (تو) اللہ نے ان کے اعمال (اخروی اجر کے لحاظ سے) برباد کر دیے٥

قرآن نے متعدد مقامات پر یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ اس دنیا میں اللہ کے مقرر کردہ قوانین فطرت کے تحت تو غیر مسلم اپنے اعمال صالحہ کا اجر بصورت دُنیاوی شہرت، نیک نامی، اور معاشی منافع تو ضرور پائیں گے مگر روز قیامت نجات اور اجر کا فیصلہ صرف اور صرف ایمان بالرسالت کی بنیاد پر ہوگا۔ صرف وہی اعمالِ صالحہ قبول کیے جائیں گے جن کی بنیاد رسالت محمدی پر ایمان پر ہوگی۔ خُدا کی نظر میں بغیر ایمان اعمال صالحہ کی آخرت میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"﴿وَصَدُّوا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکا جس کی وجہ سے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہونے اور راہِ اسلام پر چلنے سے باز رہے۔ ﴿أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾ یعنی اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت اور نابود کر دیا۔ اعمال سے مراد

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، ص ۲۹۰

(۲) محمد، ۴۷: ۱

Marfat.com

ہیں وہ اعمال جو بظاہر بہت اچھے دکھائی دیتے ہیں جیسے غریبوں کو کھانا کھلانا، قرابت داروں کے رشتہ قرابت کو جوڑے رکھنا اور ان سے حسن سلوک کرنا اور قیدیوں کو رہا کرانا اور ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کرنا چونکہ کافروں کے اچھے اعمال کا مقصود خوشنودی خدا کا حصول نہیں ہوتا اس لئے آخرت میں اللہ ان کا کوئی ثواب نہیں دے گا اللہ کی مہربانی سے دنیا میں ان کا اچھا بدلہ مل سکتا ہے۔ ضحاک نے ﴿أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾ کا ترجمہ کیا، اللہ نے ان کی خفیہ تدبیروں کو اکارت کر دیا اور رسول رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کی سیہ کاروں کو نابود کر دیا اور ان کی مکاریوں کا چکر انہیں پر الٹ دیا۔''(۱)

یہی بات اسی سورۃ میں دوسرے مقامات پر درج ہے ﴿اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ٥﴾ [سورة محمد ۴۷ : ۸] جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا (تو) اللہ نے ان کے اعمال (اخروی اجر کے لحاظ سے) برباد کر دیے٥ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ٥﴾ [سورة محمد ۴۷ : ۳۴] بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ انہیں کبھی نہ بخشے گا٥

---

(۱) تفسیر مظہری، ج ۱۰، صفحہ ۴۶۵

Marfat.com

﴿چند احادیث مبارکہ سے استدلال﴾

انیسویں دلیل: پہلی حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔''

حضرت امام نوویؒ نے بھی اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہیں۔ (۲)

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

﴿عن أبي هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ﴾ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ﴿والذي نفس محمد بيده﴾ خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں ذات محمد ﷺ کی بقا ہے ﴿لا يسمع بي أحد من هذه الأمة﴾ کہ نہیں سنے گا مجھے کوئی بھی اس امت سے اور نہ پہنچے گی اسے میری

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ......، ج ۱، ص ۱۳۴، الرقم: ۱۵۳

(۲) شرح صحیح مسلم، ص ۲۵۳

Marfat.com

رسالت و نبوت کی خبر۔ امت اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی جانب کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہو۔ اس طرح ایک گروہ کی جنس کو بھی امت کہتے ہیں۔ ﴿يهودي ولا نصراني﴾ وہ شخص چاہے یہودی ہو۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ کی قوم سے ہو یا نصرانی یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کی قوم سے ﴿يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به﴾ پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ ایمان نہ لائے اس دین و شریعت پر جسے میں لے کر آیا ہوں ﴿إلا كان من أصحاب النار﴾ مگر ایسا شخص اہل دوزخ میں سے ہوگا۔ یعنی جس شخص نے میری نبوت و رسالت کی خبر سنی اور میرا معجزہ بھی اس پر ثابت و ظاہر ہوگیا پھر اس نے میرا دین قبول نہ کیا تو وہ کافر ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا چاہے اہل کتاب میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ (۱)

لہٰذا اعمال صالحہ کچھ کام نہیں آئیں گے اگر رسالت محمدی پر ایمان نہیں ہے۔

بیسویں دلیل: دوسری حدیث

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَی رَسُولَ اللهِ ﷺ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هٰذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ. فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَتَغَيَّرُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ، أَمَا تَرَی مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَی وَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُولِهِ، رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالإِسْلَامِ دِيناً وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَی فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِی لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، أشعة اللمعات (شرح مشکوۃ)، کتاب الایمان، جلد اول، ص ۲۲۰، اردو ترجمہ مولانا محمد سعید نقشبندی، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

Marfat.com

نُبُوَّتِی لَاتَّبَعَنِی. (۱)

''حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) عمر بن خطاب ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ پھر جناب عمر ؓ نے تورات پڑھنی شروع کی اور چہرہ رسول اللہ ﷺ کا متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابو بکر ؓ نے یہ دیکھ کر کہا: عمر ؓ تجھے گم کریں گم کرنے والیاں کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے (کے تغیر) کو نہیں دیکھتے! جناب عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ڈالی اور کہا، میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر اور دین اسلام اور محمد کی نبوت پر راضی ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر موجود ہوتے تم میں موسیٰ تو تم اُن کی اطلاعت قبول کر لیتے اور مجھے چھوڑ دیتے (اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ) تم سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے۔ حالانکہ اگر موسےٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو (یقیناً) میرا اتباع کرتے۔''

اب اِس سے بڑھ کر اور کیا واضح دلیل ہوگی کہ حضرت عمر ؓ کو آپ ﷺ نے جو فرمایا۔ نجات اب صرف اور صرف دین اسلام اور رسالتِ محمدی پر ایمان سے ہی ہے۔ محض انسانیت کے نام پر اعمالِ صالحہ کسی کام نہیں آئیں گے۔

اکیسویں دلیل:

''وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً

(۱) دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ السنن۔ باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۲۶، الرقم: ۴۳۵، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

Marfat.com

جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ ﷺ ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾"(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی پیدا ہونے والا نہیں مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ جیسے کوئی مویشی بچہ جنتا ہے تو کیا تم اُن میں سے کسی کو کان کٹا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: ''اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت (اسلام) ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے (اسے اختیار کرلو) اللہ کی پیدا کردہ (سرِشت) میں تبدیلی نہیں ہوگی، یہ دین مستقیم ہے۔''

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''فطرت کا معنی لغت میں پھاڑنا اور نئے طور پر ایجاد کرنا اور پیدا کرنا ہے۔ یہاں فطرت کا معنی ہے: ''بچے کی وہ حالت و ہیئت اور اس مقصد کی استعداد و صلاحیت جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔'' یعنی اس میں صفت عقل رکھی اور اس کے جوہر ذات کی اس صفت سے مرکب کیا تاکہ وہ اپنے مقصد کو پائے یعنی خالق کو پہچانے، حق قبول کرے، دین اسلام اختیار کرے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرے۔ تاکہ صحیح نظر وفکر کی بدولت اور عوارض و موانع پیش نہ آئے کی صورت میں اس ہدایت و قبول حق پر مستحکم و مضبوط ہو سکے۔ کہ عوارض و موانع پیش آنے کی صورت میں انسان نظر وفکر صحیح اور دین اسلام پر قائم و ثابت رہنے کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے انہی عوارض و موانع کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا۔ ﴿فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ﴾ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں ﴿وَيُنَصِّرَانِهِ﴾ یا اسے نصرانی بنا دیتے ہیں ﴿أَوْ يُمَجِّسَانِهِ﴾ یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یا وہ بچہ اپنے والدین کی متابعت ان کی موافقت اور

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصّبيّ فمات هل يصلّى عليه وهل يعرض على الصّبيّ الإسلام ...... ۱: ۴۵۶، الرقم: ۱۲۹۳

Marfat.com

ان کی تقلید کرتے ہوئے دین فطرت کو چھوڑ کر غلط عقائد و خیالات اختیار کر لیتا ہے یا اپنی عقل اور فکر و نظر کو استعمال میں نہ لا کر حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور گمراہی و کفر کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا اس کے والدین جبر و قہر کے ساتھ اسے گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اور اس طرح صحیح نظر و فکر کے ہوتے ہوئے بھی وہ ان کے باطل دین کا پیرو کار بن جاتا ہے۔ اور دین اسلام قبول نہیں کرتا۔''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ محسوسات و موہومات سے انس و محبت اور جسمانی لذات و شہوات میں انہماک جو انسان کی صحیح نظر و فکر کا راستہ روک لیتا اور دریافت حق سے محروم کر دیتا ہے یہ بھی اسے والدین کے یہودی یا عیسائی بنا دینے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ بے راہ روی بھی بسا اوقات بچے کے لیے ان کی تقلید اور ان کے اتباع و پیروی کا باعث بن جاتی ہے۔حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ﴾ [روم، ۳۰:۳۰] یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطری صلاحیت جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی سے یہی مراد ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں بیان ہوگا۔

پھر ایک سوال کہ جب والدین کے یہودی یا مسیحی بنا لینے سے یہ صفت تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ﴾ کیسے درست ہوگا؟ کے جواب میں فرماتے ہیں:

دریافت حق کہ یہ استعداد و صلاحیت قطعاً زوال پذیر نہیں ہے۔ اس استعداد کی تبدیلی اور اس کا ازالہ ناممکن ہے اگر فرضاً تقدیراً کوئی بچہ اس استعداد کے تقاضا کے خلاف پروان پڑھتا اور اس استعداد کا اثر اس پر نمودار نہیں ہوتا تب بھی وہ استعداد اپنی حالت پر موجود ہے اور اس کے خلاف حجت و دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر اس استعداد کے اثر کے ظہور میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اور آدمی زادہ اس فطری و پیدائشی استعداد و صلاحیت پر قائم و دائم رہے تو وہ دین

Marfat.com

اسلام کو ہی قبول کرے گا۔ کہ سلیم عقل اور صحیح نظر و فکر والوں کے لیے اسلام کا حسن بالکل ظاہر و باہر ہے۔ جس طرح بچے میں جو دودھ پینے کی محبت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے جب تک اسے دودھ سے نہ ہٹائیں وہ اس کے پینے میں مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی چاہت و محبت اس کے دل میں مسلسل موجود رہتی ہے۔اسی بنا پر بعض فضلاء نے کہا ہے۔ کہ فطرت سلیمہ دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت پر پیدا کی گئی ہے فطرت پر پیدا ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بچی حقیقۃ بالفعل صفتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے والدین اسے کافر بناتے ہیں۔ یا وہ ان کی اتباع میں کفر اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ حقیقۃ اور بالفعل بچے کا اسلام کی صفت پر پیدا ہونا بندے کے کسب و عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا پیدائش کے وقت موجود ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا نیز بندے کی حالت تبدیلی قبول کر لیتی ہے۔ الا یہ کہ ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ سے یہ مراد لی جائے کہ اس میں تبدیلی نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر چہ بعض روایات میں علی فطرۃ الاسلام یا علی الملۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں جو دین اسلام سے عبارت ہے۔ تاہم مراد وہی ہے جو گزشتہ بیان ہوئی کہ اس سے اسلام کی استعداد و صلاحیت پر پیدا کرنا مراد ہے کہ اگر کوئی خارجی رکاوٹ پیش نہ آئے تو بچہ اسلام کی راہ اختیار کرے گا۔ عربی شرح میں اس مقام پر اس سے زیادہ شرح و تفصل بیان کی گئی ہے۔ اور کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہاں اسی قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے آئندہ قول میں بچے کے فطرت سلیم اور صلاحیت مستقیم پر پیدا ہونے پھر خارجی رکاوٹ و کجی کے لاحق ہونے کو چار پائے کے بچے کے صحیح سلامت پیدا ہونے پھر کسی خارجی نقصان و خلل لاحق ہونے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ﴿كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ﴾ جس طرح پیدا ہوتا ہے چار پائے کے ہاں پورا کامل اور سلیم الاعضاء بچہ۔ تنتج صیغہ مضارع مجہول ہے اور نتج بمعنی جننے سے مشتق ہے۔ ناتج وہ مالک و نگران جو اونٹنی کے بچہ جنواتا

Marfat.com

اور اس بارے میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جس طرح انسان کی پیدائش کے لیے دایہ۔ شرح عربی میں اس لفظ کی شرح اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ﴿هد تحسون فيها من جدعاء﴾ کیا تم لوگ محسوس کرتے اور دیکھتے ہو ان پیدا ہونے والے چار پاؤں میں ایسا بچہ جو ناک کٹا یا کان کٹا یا ہاتھ یا لب بریدہ ہو۔ اور اگر کوئی خارجی نقص و خلل لاحق نہ ہو تو وہ بچہ اپنی پیدائش کے وقت کی درستئ اعضا کی حالت پر ہی قائم و موجود رہتا ہے ﴿ثم يقولُ﴾ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ مضبوطی سے پکڑے رہو اس فطری استعداد و صلاحیت کو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ادل بدل نہ کرنا چاہیے ﴿الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ تقاضائے فطرت کے مطابق یہ دین ہی صحیح اور درست دین ہے۔‘‘(۱)

خلاصہ گفتگو اب یہ ہوا کہ دین فطرت پر قائم رہے بغیر اعمالِ صالحہ روزِ قیامت کچھ کام نہ آئیں گے۔ دین اسلام اور شریعت محمدی ہی دین فطرت کا دوسرا نام ہے۔

بائیسویں دلیل: چوتھی حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ: جَاءَ تْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: ...... فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ. (۲)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شرح مشکوۃ، ص ۳۴ تا ۳۴۵

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بِسُنَنِ رسول الله ﷺ، ۶:۲۶۵۵، رقم:۶۸۵۲

Marfat.com

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے، تو اُن میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: (ان کی) آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: ...... حقیقی گھر جنت ہی ہے اور محمد ﷺ (حق کی طرف) بلانے والے ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ لوگوں کے مابین وجہِ امتیاز ہیں۔"

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

"﴿فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا﴾ چونکہ حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کو بلاتے ہیں اس لئے جو شخص حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری کرتا ہے ﴿فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ﴾ تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے ﴿وَمَنْ عَصیٰ مُحَمَّدًا فَقَدْعَصی اللہَ﴾ اور جو انسان حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ ﴿وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاس﴾ اور حضرت محمد ﷺ کافر و مومن اور نافرمان و فرمانبردار لوگوں کے درمیان فرق تمیز کرنے والے ہیں کہ جس نے آپ کی تصدیق کی صاحب ایمان ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی کافر ہو گیا۔"(۱)

﴿وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاس﴾ یعنی کفر اور ایمان کے درمیان محمد رسول اللہ ﷺ فرق ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ اِس فرق کو مٹا کر محض اعمالِ صالحہ کی بنیاد پ کوئی رضا و قربتِ الٰہی پانے کا دعویٰ کرے۔

تیسویں دلیل:

﴿عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ تَقْرَءُونَهُ لَمْ

(۱) اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۴۲۶

Marfat.com

يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ ﴿لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (البقرہ : ٧٩) أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ وَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ.﴾ (١)

''عُبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کس طرح پوچھتے ہو جب کہ تمہاری کتاب وہ ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی خبروں میں سب سے نئی ہے جس کو تم پڑھتے ہو اور ملاوٹ سے پاک ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتا دیا کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھنے میں تبدیلی کر دی اور کتاب کو اپنے ہاتھوں سے بدل دیا اور کہا کہ یہی اللہ کے پاس سے ہے تا کہ اُن کے ذریعے ذلیل پونجی خریدیں۔ کیا جو علم تمہارے پاس آیا ہے اُس میں تمہیں اُن سے پوچھنے سے منع نہیں فرمایا گیا؟ خدا کی قسم، ہم نے تو ہرگز ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو تم پر نازل ہوا اس کے بارے میں پوچھتا ہو۔''

لیجیے اُمت محمدی میں قرآن کے سب سے بڑے عالمِ دین حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب سے کیوں کچھ پوچھیں جب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے قرآن میں باطل کی آمیزش نہیں اور یہ اللہ کا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے مخلوقِ خُدا سے تازہ کلام ہے۔ اعمال کی صالحیت کا معیار اور قبولیت صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے ملے گا تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ پر ایمان لائے بغیر کوئی اپنے اعمال کی بنیاد پر نجات پا جائے۔

چوبیسویں دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى

(١) بخاری، الصحیح، کتاب الشهادات، باب لا يسأل أهل الشرك عن الشهادة وغيرها، الرقم: ٢٥٣٩

Marfat.com

قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى. (۱)

''عطاء بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''﴿مَن اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنته﴾ جس نے میری فرمانبرداری کی یعنی کتاب اور سنت کو مضبوطی سے پکڑا جنت میں داخل ہو گا ﴿وَمَن عَصَانِی وَنَقَدْاَبٰی﴾ اور جس نے میری نافرمانی کی اور بدعت کا راستہ اختیار کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی تو اس نے سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔''(۲)

یعنی اعمال کی صالحیت کے پرکھنے کا معیار نبوت و رسالت نبوی ﷺ ہے، اس کو نظر انداز کر کے محض اعمالِ صالحہ اللہ کی بارگاہ میں کسی کام کے نہیں۔ وہاں ہر عمل کی قبولیت شریعتِ محمدی کے تابع ہو گی۔

پچیسویں دلیل:

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّي حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسّنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ج ۶، ص ۲۶۵۵، الرقم: ۶۸۵۱

(۲) اشعۃ اللمعات، جلد اوّل، ص ۴۲۴

Marfat.com

أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ. (۱)

’’ابو بُردہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کے لیے دوگنا اجر ہے جو کہ اہل کتاب ہو کہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد مصطفیٰ پر ایمان لایا۔ وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بجا لائے اور اپنے مالکوں کے حقوق پورے کرے۔ وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو تو اس سے وطی کرے اور اسے زیورِ تہذیب وتعلیم سے خوب آراستہ کر کے اس کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے لیے دوہرا ثواب ہے۔ پھر عامر نے فرمایا کہ ہم نے یہ بغیر کسی معاوضہ کے تمہیں دے دی حالانکہ اس سے چھوٹی حدیث کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کیا جاتا ہے۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ میں بھی حضور نبی کریم ﷺ نے بیان فرمادیا کہ اعمالِ صالحہ خواہ وہ اہل کتاب کے ہوں یا اُمت محمدی کے کسی فرد کے، سب اعمال کی قبولیت کا دارومدار رسالتِ محمدی پر ایمان سے ہے۔

چھبیسویں دلیل:

عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. (۲)

’’حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے پاس بیٹھ کر اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لے۔ اس نے اپنے باپ کی

(۱) بخاری، الصحیح، ۱: ۴۸، الرقم: ۹۷

(۲) بخاری، الصحیح، ۱: ۴۵۵، رقم: ۱۲۹۰

Marfat.com

طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا اور اس سے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچا لیا۔''

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے پاس بیٹھ کر اس سے فرمایا: اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا تو اس نے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچا لیا۔

اُس یہودی لڑکے کا سب سے بڑا عمل صالح اہل کتاب ہوتے ہوئے حضور کی خدمت تھا۔ واہ کیا شاندار نوکری تھی۔ خدمتِ رسول ﷺ سے بڑھ کر اور کیا جنتی عمل ہو سکتا ہے مگر وہ بھی تب تک فائدہ نہیں دے سکتا جب تک رسالت محمدی پر ایمان لا کر دین اسلام میں شاملِ نہ ہو جائے۔ اِسی لیے آپ نے فرمایا کہ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ﴾ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچا لیا۔

ستائیسویں دلیل

وَفِي رِوَايَةِ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ: فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ - لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِکَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ: مَا عِلْمُکَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ فَيَقُوْلُ: هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا. فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ - لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِکَ

Marfat.com

قَالَتْ أَسْمَاءُ – فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ. [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]. (۱)

حضرت اَسماء بنت اَبی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سورج گرہن کے روز حضور نبی اکرم ﷺ (نمازِ کسوف سے) فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں جسے میں نے اپنی اس جگہ پر کھڑے کھڑے دیکھ نہ لیا ہو۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی اور مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں آزمائش ہوگی۔ دجال کے فتنے جیسی آزمائش یا (فرمایا:) اُس کے قریب تر کوئی شے۔ راوی کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ حضرت اَسماء نے ان میں سے کون سی بات فرمائی۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اُس سے پوچھا جائے گا کہ اس ہستی (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ) کے متعلق تو کیا جانتا ہے؟ جو ایمان والا یا یقین والا ہو گا وہ کہے گا: یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہیں، جو ہمارے پاس (اللہ تعالیٰ کی) نشانیاں اور ہدایت لے کر تشریف لائے۔ ہم نے اِن کی بات مانی، اِن پر ایمان لائے اور اِن کی پیروی کی۔ اُسے کہا جائے گا: تو آرام سے سو جا، ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تو ایمان والا ہے۔ اگر وہ منافق یا (شانِ مصطفیٰ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوضوء، باب من لم يتوضأ إلا من الغشي المثقل، ۱:۷۹، الرقم:۱۸۲

۲۔ أيضًا، كتاب الجمعة، باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف، ۱:۳۵۸، الرقم:۱۰۰۵

۳۔ أيضًا، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۶:۲۶۵۷، الرقم:۶۸۵۷

۴۔ مسلم، الصحيح، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي ﷺ في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار، ۲:۶۲۴، الرقم:۹۰۵

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۳۴۵، الرقم:۲۶۹۷۰

۶۔ مالك، الموطأ، ۱:۱۸۸، الرقم:۴۴۷

Marfat.com

میں) شک کرنے والا ہوگا - راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ حضرت اَسماء ﷺ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی - تو وہ شخص کہے گا: مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں، میں لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا (توجہ کیے بغیر) وہی کہہ دیتا تھا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اِسی موضوع پر ایک دوسری حدیث حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ، فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ. فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا. قَالَ: وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.(١)

(١) ١- بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ١:٤٦٢، الرقم:١٣٠٨

٢- أيضًا، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال، ١:٤٤٨، الرقم:١٢٧٣،

٣- مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب التي يصرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ٤:٢٢٠٠، الرقم:٢٨٧٠،

٤- أحمد بن حنبل، المسند، ٣:١٢٦، الرقم:١٢٢٩٣،

٥- أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، ٤:٢٣٨، الرقم:٤٧٥١،

٦- نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب المسألة في القبر، ٤:٩٧، الرقم:٢٠٥١-

Marfat.com

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کو (مرنے کے بعد) جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (تدفین کے بعد واپس) لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سن رہا ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں: تو اس ہستی (یعنی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (کامل) بندے اور اس کے (سچے) رسول ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: (اگر تو انہیں پہچان نہ پاتا تو) جہنم میں (تیرا جو ٹھکانہ ہوتا) اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے (معرفتِ مصطفیٰ ﷺ کے صلہ میں) اُسے جنت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں مقامات کا مشاہدہ کرے گا۔ اگر (مرنے والا) منافق یا کافر ہو گا تو اس سے پوچھا جائے گا: تو اس ہستی (یعنی سیدنا محمد ﷺ) کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہے گا: مجھے تو معلوم نہیں، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا: نہ تو نے انہیں جاننے کی کوشش کی اور نہ ماننے کی۔ (اس غفلت اور عدم پہچان پر) اُسے لوہے کا گُرز مارا جاتا ہے تو وہ (شدتِ تکلیف) سے چیختا چلاتا ہے جسے سوائے جنات اور انسانوں کے قریب والی مخلوق سنتی ہے۔‘‘ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَالآخَرُ: النَّكِيْرُ، فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: مَا كَانَ يَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ، فَيَقُوْلُ: أَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ؟ فَيَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِي لَا يُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ. وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ فَقُلْتُ

Marfat.com

مِثْلَهُ لَا أَدْرِي. فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ الْتَئِمِي عَلَيْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ فَتَخْتَلِفُ فِيْهَا أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ. (1)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے یا فرمایا: تم میں سے کسی ایک کو (مرنے کے بعد) قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اُس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلگوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ وہ دونوں اُس میت سے پوچھتے ہیں تو اِس عظیم ہستی (رسولِ مکرم ﷺ) کے بارے میں (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ وہ شخص وہی بات کہتا ہے جو دنیا میں کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اُس کے (خاص) بندے اور (سچے) رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا پھر اس کی قبر کو لمبائی و چوڑائی میں ستر ستر ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور نور سے بھر دیا جاتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے: (سکون و اطمینان سے) سو جا، وہ کہتا ہے میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو بتا آؤں۔ وہ کہتے ہیں: نہیں، (نئی نویلی) دلہن کی طرح سو جاؤ، جسے گھر والوں میں سے محبوب ترین شخص ہی بیدار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (روزِ محشر) اُسے اس کی خواب گاہ سے (اسی حال میں) اُٹھائے گا۔ اگر وہ شخص منافق ہو تو (ان سوالات کے جواب میں) کہے گا: میں نے ویسا ہی کہا جیسا میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنتا تھا،

(1) ١- ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ٣: ٣٨٣، الرقم: ١٠٧١-
٢- ابن حبان، الصحيح، ٧: ٣٨٦، الرقم: ٣١١٧-
٣- ابن أبي شيبة، المصنف، ٣: ٥٦، الرقم: ١٢٠٦٢-
٤- ابن أبي عاصم، السنة، ٢: ٤١٦، الرقم: ٨٦٤-

Marfat.com

میں نہیں جانتا (وہ صحیح تھا یا غلط)۔ وہ دونوں فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تو ایسا ہی کہے گا۔ زمین سے کہا جائے گا کہ اس پر اکٹھی ہو جا۔ پس وہ اس پر اکٹھی ہو جائے گی (یعنی اسے دبائے گی) یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں داخل ہو جائیں گی۔ وہ مسلسل اس جگہ عذاب میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اسی حالت (عذاب) میں اس جگہ سے (حشر کے لیے) اُٹھائے گا۔‘‘

اِسے امام ترمذی، ابن حبان اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَأَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِي تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّي تُسْأَلُوْنَ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أُجْلِسَ فِي قَبْرِهٖ غَيْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْعُوْفٍ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: فِيْمَ كُنْتَ؟ فَيَقُوْلُ: فِي الْإِسْلَامِ، فَيُقَالُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللهِ ﷻ فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ رَأَيْتَ اللهَ؟ فَيَقُوْلُ: مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللهَ فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا. فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلٰى مَا وَقَاكَ اللهُ ﷻ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا. فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ. وَيُقَالُ لَهُ: عَلَى الْيَقِيْنِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مِتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى. (۱)

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَه وَاللَّفْظُ لَهُ وَابْنُ مَنْدَه وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

’’حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قبر کی آزمائش میرے بارے میں ہی ہو گی اور (قبر میں) تم سے میرے ہی متعلق پوچھا جائے گا۔ پس اگر کوئی نیک آدمی ہو گا تو اسے بغیر کسی ڈر اور خوف کے اس کی قبر

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۳۹، الرقم:۲۵۱۳۳۔

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ۲:۱۴۲۶، الرقم:۴۲۶۸۔

۳۔ ابن منده، الإيمان، ۲:۹۶۷، الرقم:۱۰۶۷۔

Marfat.com

میں بٹھایا جائے گا، پھر اسے کہا جائے گا تو کس ملّت سے تھا؟ وہ کہے گا: میں دینِ اسلام پر تھا، پھر اس سے کہا جائے گا: یہ کون ہستی ہیں جو تم میں موجود تھیں؟ وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس واضح نشانیاں لے کر مبعوث ہوئے۔ ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اُس سے کہا جائے گا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رکھا ہے؟ وہ کہے گا: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا پس جہنم کی طرف سے اس کی قبر میں سوراخ کر دیا جائے گا، وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ اس کا بعض اس کے بعض کو تباہ کر رہا ہے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اس کی طرف دیکھ جس سے اللہ ﷻ نے تمہیں بچا لیا ہے، پھر جنت کی طرف سے اس کی قبر میں ایک شگاف کر دیا جائے گا، وہ اس کی رونق و جمال کی طرف دیکھے گا تو اُسے کہا جائے گا: یہ ہے تیرا جنت میں ٹھکانہ، اور پھر اسے کہا جائے گا کہ تو یقین پر زندہ رہا، اِسی پر فوت ہوا اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو روزِ محشر تجھے اِسی پر اُٹھایا جائے گا۔‘‘

اِسے امام اَحمد نے اور ابن ماجہ نے مذکورہ الفاظ میں اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ جِنَازَةً. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُوْرِهَا، فَإِذَا الْإِنْسَانُ دُفِنَ فَتَفَرَّقَ عَنْهُ أَصْحَابُهُ، جَاءَهُ مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِطْرَاقٌ فَأَقْعَدَهُ، قَالَ: مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَيَقُوْلُ: صَدَقْتَ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا كَانَ مَنْزِلُكَ لَوْ كَفَرْتَ بِرَبِّكَ، فَأَمَّا إِذَا آمَنْتَ فَهٰذَا مَنْزِلُكَ، فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيُرِيْدُ أَنْ يَنْهَضَ إِلَيْهِ، فَيَقُوْلُ لَهُ: اسْكُنْ، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ. (۱)

’’حضرت ابو سعید الخدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۳، ۳۴۶، الرقم: ۱۱۰۱۳، ۱۴۸۶۴،

۲۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲:۴۱۷، الرقم: ۸۶۵۔

Marfat.com

جنازہ میں شامل ہوا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (خطاب) فرمایا: اے لوگو! اِس اُمت (کے لوگوں) کی قبر میں آزمائش ہو گی۔ پس جب انسان دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اس کے پاس سے) منتشر ہو کر لوٹ جاتے ہیں تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے، وہ اُسے بٹھاتا ہے اور کہتا ہے: اِس ہستی (محمد مصطفیٰ ﷺ) کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ پس اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد مصطفیٰ ﷺ اُس کے (خاص) بندے اور (پیارے) رسول ہیں۔ وہ (فرشتہ) اُسے کہتا ہے: تو نے سچ کہا۔ پھر اُس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور (فرشتہ) کہتا ہے: تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے ربّ کے ساتھ کفر کرتا لیکن تو ایمان لایا، لہٰذا تیرا یہ (جنت) ٹھکانہ ہے۔ پھر اُس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ شخص (فرحت و خوشی کے مارے بے اختیار ہو کر) اُس دروازے کی طرف بڑھتا ہے تو فرشتہ اُس سے کہتا ہے: ٹھہر جاؤ۔ سو اُس کے لیے اُس کی قبر میں ہی کشادگی پیدا کر دی جاتی ہے۔‘‘

اِسے امام احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَکٌ، فَيَقُوْلُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنَّ اللهَ هَدَاهُ قَالَ: كُنْتُ أَعْبُدُ اللهَ. فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ. فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيءٍ غَيْرِهَا فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلٰى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ. فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا بَيْتُکَ كَانَ لَکَ فِي النَّارِ، وَلٰكِنَّ اللهَ عَصَمَکَ وَرَحِمَکَ فَأَبْدَلَکَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِي حَتّٰى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي فَيُقَالُ لَهُ: اسْكُنْ. (۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۳۳، الرقم: ۱۳۴۷۲،

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، ۴: ۲۳۸، الرقم: ۴۷۵۱۔

Marfat.com

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ.

''ایک طویل روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کو جب اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اُس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو پوچھتا ہے: تو کس کی عبادت کیا کرتا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ کہتا ہے: میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ پھر اُس سے پوچھا جاتا ہے: تو اُس عظیم ہستی (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے (پیارے) بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اِس کے سوا اُس سے کسی اور شے کے متعلق نہیں پوچھا جاتا۔ پھر اسے دوزخ کے ایک مکان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں تیرا یہ مکان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے (معرفتِ رسول ﷺ کی وجہ سے) بچایا، تجھ پر رحم کیا اور اس کے بدلے تجھے جنت میں گھر عطا فرمایا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے آؤں، اُسے کہا جاتا ہے کہ یہیں (سکون سے) رہو۔''

اِسے امام اَحمد نے اور ابو داود نے مذکورہ الفاظ میں روایت کیا ہے۔

اِن تمام احادیث مبارکہ میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ جنت و دوزخ میں داخلے کا دارومدار نبوت و رسالت محمدی پر ہے، یہی فیصلہ کن سوال ہے اور یہی شریعت اسلامیہ کی روح بھی ہے۔ اِن احادیث پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں، ایک ایک لفظ واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ اعمالِ صالحہ تب کام آئیں گے جب اِن کی بنیاد ایمان و عشق نبوی ﷺ پر ہوگی۔

Marfat.com

Marfat.com

۴

فتنہ انکارِ سنت و حدیث اور مکالمہ بین المذاہب

﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

[الحشر ۵۹: ۷]

Marfat.com

Marfat.com

بعض خود ساختہ مجتہدین و مصلحین نے مکالمہ بین المذاہب کی تحریک میں حدیث نبوی ﷺ کے ذخیرہ کو بھی مشکوک اور نا قابل اعتبار ٹھہرانے پر پورا زور صرف کیا ہوا ہے۔ اس سے ان کو فائدہ یہ ہوگا کہ جب حدیث کا ذخیرہ مشکوک اور نا قابل اعتبار قرار پا جائے گا تو سنت نبوی ﷺ کی تفسیر قرآن میں مرکزی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی اور یوں اپنی ذاتی تفسیر کو قرآنی تفسیر کے نام پر فروخت کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ حدیث نبوی ﷺ اور سنت نبوی ﷺ کی غیر موجودگی میں قرآنی معنی و مفہوم کو توڑنے اور مروڑنے میں آسانی رہتی ہے۔

ہمارے نزدیک مکالمہ بین المذاہب کی کوئی بھی کوشش اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک قرآن و سنت دونوں کا احترام شاملِ مکالمہ نہیں ہوتا۔ محض قرآن کو بنیاد بنا کر اور سنت کو ترک کر کے مکالمہ کا عمل معنوی تحریفات کو جنم دے گا اور معاشرہ میں فتنہ و فساد کا باعث بنے گا۔

ہمارے نزدیک راہِ حق و اعتدال یہ ہے کہ اسلام میں دو اصل ہیں اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنت و نصوصِ شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم و عمل کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ تمام آئمہ اسلام اور علمائے حق سے حسن ظن اور محبت رکھنی چاہیے اور ان کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ یہی دو اصل ہیں جن کے توازن و تناسب کو با اعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے ساری مصیبتیں پیش آتی ہیں، اور بد بخت لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط و تفریط کی ہے، یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کے ہو رہے ہیں۔

ایک جماعت احکام و نصوصِ شرعیہ کے اتباع و تقدیم کا یہ مطلب سمجھتی ہے کہ جہاں کسی اہلِ علم و حال کا کوئی قول بظاہر کسی حکم و نصِ قرآنی کے خلاف نظر آیا، بلا تامل تضلیل و تکفیر پر آمادہ ہو گئے اور جھٹ حکم لگا دیا کہ وہ منکرِ شریعت ہے، اگر چہ اس نے اپنی ساری زندگی شریعت کے علم و

Marfat.com

عمل میں بسر کر دی ہو۔ دوسری جماعت نے ائمہ و اکابر دین کی پیروی اور محبت و اعتقاد کے معنی سمجھے کہ احکام و نصوص کو اُن کا تابع و محکوم بنا دیا اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب و سنت کو ترک کر کے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللهِ﴾ کی سرحد سے قریب ہو گئے۔ اس دوسری جماعت کا عجیب حال ہے۔ یہ جب کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام و نصوصِ شرعیہ کے خلاف دیکھتی ہے تو اس کی جرات اپنے اندر نہیں پاتی کہ قرآن و سنت کو مقدم رکھ کر اس قولِ مخالف کی تاویل کرے اور اس طرح شریعت الٰہی کو بھی اپنی جگہ چھوڑنے کی زحمت نہ دے اور پیشوایانِ اسلام کے دامن کو بھی مخالفتِ شریعت کے دھبے سے بچائے بلکہ برعکس اس کے کوشش کرتی ہے کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں کو مقدم رکھ کر کسی نہ کسی طرح قرآن و حدیث کو ان کے مطابق کر دکھائے، اگرچہ ایسا کرنے میں تاویلِ نصوص، تحریفِ نصوص تک پہنچ جائے۔ اس جماعت کے متعلق حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں:

کردہ تاویل حرف بکر را	تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے
خویش را تاویل کن نے ذکر را	اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر
فکر تو تاویل کردہ ذکر را	تیری فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے
ذکر راماں و بگرداں فکر را	قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی پیدا کر
بر ھوا تاویل قرآں میکنی	تو خواہش کے مطابق قرآن کی تاویل کرتا ہے
پست و کژ شد از تو معنی سنی	تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

مثنوی، دفتر اول

اسلام نے دونوں راہوں کو بند کرنا چاہا ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ٥﴾۔ پہلی جماعت کو گمراہی نے بغض و انکار کا چہرہ دکھلا کر بھٹکایا اور دوسری کو محبت و اتباع کے نقاب میں۔ اور دنیا میں جس وقت سے نوعِ انسانی آباد ہوئی ہے، ہمیشہ گمراہی کے یہی دو بھیس رہے ہیں، یا افراطِ بغض نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یا افراطِ محبت نے۔

Marfat.com

فہم الرسول ﷺ کے بغیر فہم القرآن گمراہی ہے

جو لوگ حضور ﷺ کے مقابلے میں اپنی من مانی تعبیر اور بے بنیاد قیاس و آرائی سے کام لیتے ہیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (۱)

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

حضرت امام بخاریؒ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث لاتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ گودنے والی، گدوانے والی، چہرے کے بال لینے والی اور دانتوں کو جُدا کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے کیونکہ وہ خُدا کی پیدائش کو بدلتی ہیں۔ جب یہ بات اُم یعقوب نامی بنی اسد کی ایک عورت تک جا پہنچی تو وہ آپ کے پاس آکر کہنے لگیں: '' مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فلاں فلاں کام کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟'' اُنہوں نے فرمایا کہ میں اُن پر کیوں نہ لعنت بھیجوں کہ ان پر رسول اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور جس کا ذکر اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اُس عورت نے کہا: ''میں نے قرآن مجید پڑھا ہے لیکن اُس میں تو یہ بات نہیں جو آپ بتاتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے پڑھا ہوتا تو اُس بات کو ضرور پالیا ہوتا۔ اچھا تم نے یہ آیت تو پڑھی ہے؟ ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ عورت نے کہا: ''کیوں نہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو بے شک حضور ﷺ نے ان باتوں سے روکا

(۱) الحشر، ۵۹:۷

Marfat.com

ہے۔ اُس عورت نے کہا کہ میں نے آپ کی اہلیہ محترمہ کو بھی تو ایسا کرتے ہوئے دیکھتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جا کر تو دیکھو۔ پس وہ عورت گئی اور اُس نے دیکھا بھالا لیکن اپنے مقصد کی کوئی چیز نہ پائی۔ آپ ﷺ نے اُس عورت سے فرمایا: اگر وہ ایسی ہوتی تو ہم دونوں (میاں بیوی) کبھی اکٹھے نہ رہ سکتے۔"(۱)

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حکم رسول ﷺ مثل حکم قرآن کے واجب التعمیل ہے:

"لیکن الفاظِ آیت عام ہیں، صرف اموال کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ احکام بھی اس میں داخل ہیں، اس لئے عام انداز میں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی حکم یا مال یا اور کوئی چیز آپ ﷺ کسی کو عطا فرما دیں وہ اس کو لے لینا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کے لئے تیار ہو جانا چاہیے اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُکنا چاہیے۔"(۲)

آگے چل کر بیان فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اُتار دو، اس شخص نے کہا کہ آپ اس کے متعلق مجھے قرآن کی کوئی آیت بتا سکتے ہیں؟ جس میں سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت ہو، حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا: ہاں وہ آیت میں بتاتا ہوں پھر یہی آیت ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ پڑھ کر سنا دی۔ امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن سے دے سکتا ہوں، پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک مُحرم نے زنبور (تتیا) مار ڈالا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعیؒ نے یہی آیت ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ تلاوت کر کے حدیث سے اس کا حکم بیان فرما دیا (قرطبی)۔"(۳)

---

(۱) بخاری، الصحیح، جلد دوئم، کتاب التفسیر، الرقم: ۱۹۹۳

(۲) مفتی محمد شفیعؒ، تفسیر معارف القرآن، جلد ۶، صفحہ ۳۷۰

(۳) ایضاً، صفحہ ۳۷۱

Marfat.com

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنوا سد کی ایک عورت جن کا نام اُمِ یعقوب تھا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں ۔ کیا تم نے آیت ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث سنائی۔''(۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

''سلسلۂ بیان کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اموالِ بنی نضیر کے انتظام ، اور اسی طرح کے بعد کے اموال فے کی تقسیم کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں اسے بے چون و چرا تسلیم کرلو، جو کچھ حضور ﷺ کسی کو دیں وہ اسے لے لے اور جو کسی کو نہ دیں وہ اس پر کوئی احتجاج یا مطالبہ نہ کرے۔ لیکن چونکہ حکم کے الفاظ عام ہیں، اس لئے یہ صرف اموال فے کی تقسیم تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔''(۲)

(۱) ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۲۶
(۲) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد ۵، ص ۳۹۳

Marfat.com

پھر بخاری ومسلم، مسند احمد وغیرہ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا ''اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں فیشن کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے''۔ اس تقریر کو سُن کر ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تو نے اگر اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو یہ بات ضرور تجھے اس میں مل جاتی۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾؟ اس نے عرض کیا، ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے ایسا فعل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے عرض کی کہ اب میں سمجھ گئی۔ (۱)

ایک اور حدیث میں نبیء کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. (۲)

''عطاء بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

''میری پیروی'' میں سنت کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیلات ہمیں حدیث ہی سے مل سکتی

(۱) ایضاً، ص ۳۹۴

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ج ۶، ص ۲۶۵۵، الرقم: ۶۸۵۱

Marfat.com

ہیں۔ اور سنت و حدیث سے انکار انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے اُسی طرح جیسے قرآن کے کسی ایک بھی لفظ کا انکاری جنت میں نہیں جائے گا۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿مَن اَطَاعَنِیُ دَخَلَ الُجنة﴾ جس نے میری فرمانبرداری کی یعنی کتاب اور سنت کو مضبوطی سے پکڑا جنت میں داخل ہوگا ﴿وَمَن عَصَانِی فَقَدُ أبی﴾ اور جس نے میری نافرمانی کی اور بدعت کا راستہ اختیار کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی تو اس نے سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (۱)

سنت و حدیث نبوی ﷺ کو نظر انداز کر کے محض قرآن کو اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر سمجھنے کی خود قرآن ہی میں سختی سے ممانعت ہے:

﴿فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (۲)

''پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے تاکہ لوگوں کو بغیر جانے گمراہ کرتا پھرے۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔''

اسی طرح حضرت عمر فاروق ﷺ لوگوں کو فہم القرآن میں رائے اور من گھڑت قیاس آرائی کرنے والوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ، فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ أَعْيَتْهُمُ الْأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. (۳)

''لوگو! رائے اور من گھڑت قیاس آرائی کرنے والوں سے بچو اس لیے کہ یہ لوگ

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات، جلد اوّل، ص ۴۲۴

(۲) الانعام ۶: ۱۴۴

(۳) دارقطنی، السنن، کتاب النوادر، ۴:۱۴۶، رقم:۱۲: بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱:۱۹۰

Marfat.com

سنت کے دشمن ہیں۔ اُحادیث کے حفظ کرنے سے یہ لوگ عاجز رہ گئے ہیں اس بنا پر انہوں نے قیاس آرائی کا سہارا لیا تھا نتیجہ یہ نکلا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر ڈالا ہے۔''

ابن سعد ؒ نے بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے حضرت ابن عباس ؓ کو مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آیاتِ قرآنیہ کو مناظرہ کا معرکہ مت بناؤ بلکہ احادیث پیش کرو۔ ابن عباس ؓ نے عرض کیا کہ امیر المومنین قرآن مجید ہی سے مناظرہ کرنے میں کیا اندیشہ ہے، ہم بفضلہٖ تعالیٰ قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، ہمارے ہی گھروں میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ یہ تو آپ نے سچ کہا، لیکن قرآن ایک مختصر اور معجز کلام ہے جو مختلف احتمالات کا تحمل کرنے والا اور ذو وجوہ ہے۔ اگر اس کے سمجھنے اور اس کی تفسیر کا معیار آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کی احادیث کو نہ بنایا گیا تو ایک آیت کی تفسیر میں تم بھی کچھ کہتے رہو گے اور وہ بھی کچھ بولتے رہیں گے، کوئی بات فیصلہ کن نہ ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابن عباس ؓ نے اس کو تسلیم کر کے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ خوارج کے ہاتھ میں سوائے رسوائی کے کچھ نہ رہا۔''(۱)

امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:

لَوْلَا السُّنَّةُ مَا فَهِمَ أَحَدٌ مِنَّا الْقُرْآنَ. (۲)

''اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قران کا فہم حاصل نہ کر سکتا۔''

چنانچہ ہمارے نزدیک مکالمہ بین المذاہب کی بنیاد اُسی تصور پر ہے جس کو حضرت علی ؓ،

(۱) سیوطی، الاتقان، ج ۱، ص ۱۴۳، بحوالہ: مفتی محمد شفیعؒ، ختم نبوت کامل، ص ۳۶، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

(۲) شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱:۵۸، بحوالہ الحکم الشرعی از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ص ۱۰۱، مطبوعہ منہاج القرآن پبلشرز

Marfat.com

حضرت عمر فاروق ؓ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بیان فرمایا اور اس کی مزید وضاحت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے یوں فرما دی:

''قابل غور وہ عشق و شغف ہے جو امام موصوف (ابن تیمیہ) کو خصوصیت کے ساتھ سیرت نبویہ سے تھا۔ ایک سرسری نظر رکھنے والا تو اس واقعے کو معمولی سی بات سمجھ کر معروضانہ آگے بڑھ جائے گا لیکن صاحبِ نظر و بصیرت اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کر سکتا ہے۔

انہوں نے ایک ایسے صاحب علم مگر مریض شک و اضطراب کو جو مدعیان علم و حکمت کی دانش فروشیوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کر چکا تھا یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف حیاتِ طیبہ نبوت کے مطالعہ و تفکر میں لگ جاؤ اور گویا اس طرح بتلا دیا کہ علم و بصیرت کا اصلی سر چشمہ صرف حیات نبوت اور منہاجِ مقام رسالت ہے جس کو قرآن حکیم نے ''الحکمت'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً﴾ کیونکہ دنیا میں حکمت صادقہ کا اس حکمت سے الگ کوئی وجود ہی نہیں۔ ''حکمت'' یا تو خود منہاج و سنتِ بنوت ہے یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اُس سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو۔ یہی ''خیر کثیر'' جمیع خیرات و برکات ارض و نوع ہے اور صرف اسی نسخہ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہو سکتی ہیں خواہ شکوک وار تیاب کی بیماری ہو، خواہ ادہام و انکار کی، خواہ ادعائے ادریت کا ہیجان ہو، خواہ حیرانی و سرگردانیِ لاادریت کا خمار۔''(۱)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی اس عبارت سے جہاں اُن کا اپنا مسلک معلوم ہوا، وہیں امام ابن تیمیہؒ کا مسلک عشق رسول ﷺ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں حکمت و فہم قرآن یا تو خود منہاج و سنتِ بنوی ﷺ ہے یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو سیرتِ نبوی ﷺ سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو۔

مکالمہ بین المذاہب وہی درست ہوگا جس کی بنیادوں میں قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث و سنت نبوی کا بھی فیض شامل ہوگا۔

---

(۱) ابو الکلام آزاد، تذکرہ، ص ۱۸۲، مطبوعہ ساہتیہ اکادمی دہلی

Marfat.com

Marfat.com

۵

مغرب نواز خود ساختہ مجتہدین و مصلحین اور مکالمہ بین المذاہب

﴿فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ﴾

آپ انہیں ان کے چہروں کی علامت سے ہی پہچان لیں،

اور (اسی طرح) یقیناً آپ ان کے اندازِ کلام سے بھی انہیں پہچان لیں گے۔

[سورة محمد ۴۷:۳۰]

Marfat.com

Marfat.com

آج کل ایسے بھی ''علمائے دین'' پیدا ہو رہے ہیں جنہیں علمائے دین کی صف میں شامل کرنا بذات خود ایک جہالت ہے۔ یہ لوگ خوبصورت لباس پہنے، علمائے دین کا روپ دھارے، مسیحی مسلم مکالمہ کی اس تحریک کو بڑی شدت کے ساتھ سپورٹ کرتے نظر آتے ہیں۔ انہی میں سے ایک صاحب سے میری ملاقات ایک دوست کے حوالے سے ان کے اپنے دفتر میں ہوئی۔ ان کے علمی مقام و مرتبے کا اندازہ تو مجھے ان کے دفتر کی شیلف میں رکھے ہوئے بائبل مقدس کے الٹے انگریزی تراجم سے ہی ہوگیا۔ ان صاحب نے دفتر میں موجود اپنی مختصر لائبریری کا تعارف کرواتے ہوئے انتہائی عقیدت واحترام سے بائبل کے الٹے رکھے ہوئے انگریزی تراجم کو شیلف سے نکالا، فخر سے مجھے دکھائے اور پھر اسی الٹی سمت واپس رکھ دیئے۔ شاید موصوف الٹی انگریزی پڑھنے کے عادی تھے۔ جب میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ کن بنیادوں پر مسیحی مسلم مکالمہ کروانے کے حق میں ہیں اور اپنے سامعین کو اس مکالمہ کی اسلامی بنیادوں سے کس طرح متعارف کرواتے ہیں تو انہوں نے گفتگو میں چند دلائل یوں دیے:

☆ حضور نبی کریم ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں ہمیں کامیابی کے تمام زینے یہود ونصاریٰ کے تعاون سے کامیابی سے طے کرتے نظر آتے ہیں۔ عرب تو قبائلی دشمنی اور جہالت کے باعث آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ اسی حوالے سے یہود و نصاریٰ ہمارے لیے قابل احترام ٹھہرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے نبی ﷺ کی مدد ونصرت فرمائی اور یہ مسیحی مسلم مکالمہ کی بنیاد بنتی ہے۔

☆ ڈنمارک کے اخبارات میں چھپنے والے کارٹونوں کے اوپر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے اپنے نبی کی قرآن مجید میں خود حفاظت کا ذمہ ٹھہرایا ہے تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ احتجاج کرتے پھریں۔ بلکہ ہمیں مغربی ممالک سے اس احتجاجی

Marfat.com

رویے پر معذرت کرنی چاہیے۔

☆ دین و سیاست الگ الگ ہونی چاہیے۔

☆ قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی سے خبردار رہنے کے لیے کہا گیا ہے ان کے متعلق موصوف فرماتے ہیں کہ یہی وہ آیات ہیں جن کو ''دہشت گرد'' دہشت گردی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میں نے جب انہیں ٹوکا اور کہا کہ براہ کرم ان آیات کی صحیح اسلامی تفسیر کیا ہوگی تو وہ اس کے جواب میں لفظوں سے محروم دکھائی دیے۔

اس طرح کے افراد جو دینی غیرت وحمیت سے دست بردار ہوکر دوسرے مذاہب کے حق میں اس طرح کے بیان دینا شروع کر دیتے ہیں تو اس کے نتیجے میں نہ صرف مسلمانوں میں اپنی بدنامی کا باعث بنتے ہیں بلکہ مخلص علماء کی کوششوں کا بھی بیڑا غرق کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اور عوام الناس یہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں کہ شاید مسیحی مسلم مکالمہ اسلامی عقائد و نظریات کو تبدیل کرنے اور شانِ رسالت مآب ﷺ میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کی ایک سازش کا عمل ہے۔ الغرض اس طرح کے افراد اپنے اسلامی عقائد ونظریات اور تاریخی حقائق سے اس قدر کم علم ہیں کہ باقاعدگی سے اخبار پڑھنے والا شخص بھی ان سے زیادہ باعلم معلوم ہوتا ہے۔ سونے پر سہاگہ کے مصداق کہ یہ لوگ بائبل مقدس کا محض اردو ترجمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسیحیت پر اظہارِ خیال کرنے کی اتھارٹی سمجھنے لگتے ہیں۔ معروف مزاح نگار ضیاء الحق قاسمی نے ان کی علمی قابلیت کا پول ان مزاحیہ اشعار میں یوں کھولا ہے:

رات دن رہتا تھا جب غرق کتب بینی میں وہ
اس کو گمنامی کے ڈر سے پھر تپِ دق ہوگیا
وہ کتابیں چھوڑ کر حقہ کشی کرنے لگا
اور پھر لوگوں نے دیکھا وہ محقق ہوگیا

Marfat.com

ایسے ''علمائے کرام'' اپنے طرز تحقیق سے جس نوعیت کی ''خدمتِ اسلام'' سرانجام دیتے ہیں اس کے متعلق معروف مورخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''سرسید نے اپنی رائے اور قیاس کے زور سے قرآنی آیات کو نیا مفہوم دے کر ایک ایسی مثال قائم کردی جس کی پیروی بعضوں نے بُری طرح کی ہے۔ اور ہر آیت یا حدیث کی تاویل کر کے حسب خواہش معنیٰ مراد لیے ہیں۔ یورپ سے کوئی بھی آواز اٹھے، یہ لوگ فوراً یہ کہنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ ہمارے ہاں بھی یہی ہے۔ پچھلے دنوں ایک ایل ایل بی صاحب نے ایک رسالہ اس مضمون کا شائع کیا تھا کہ اسلام میں مغربی طریقہ رقص یعنی ''بال روم ڈانسنگ'' کی اجازت ہے اور اس خیال کی تائید احادیث اور روایات سے کی تھی۔ اس طریقے سے ایک تو مخالفین کی نظروں میں جن کے اعتراضات رفع کرنے کے لیے علم الکلام کی ضرورت بتائی جاتی ہے اسلام کی کوئی وقعت اور عزت نہیں رہتی اور دوسرے قوم میں خود نیک و بد اور موزوں اور غیر موزوں کی تمیز اٹھ جاتی ہے اور ایمان و یقین سے عاری لوگوں کے ہاتھوں میں مذہب ایک کھلونا بن جاتا ہے۔''(۱)

مولانا ابوالکلام آزاد مغرب سے تعلیم یافتہ ان ''علمائے کرام'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہمارے دوستوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کا سرمایہ علم و دانش یورپ کی رسمی و سطحی تقلید سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ تاہم جن چیزوں میں وہ اپنے ائمہ ہدیٰ کی تقلید کرنا چاہتے ہیں، انہی میں اولین شے اجتہاد تھی اور ضروری تھا کہ اس تقلید مجتہدانہ کا سفر اسی منزل سے شروع ہوتا۔ قینچی ہاتھ میں ہو تو خواہ مخواہ جی چاہنے لگتا ہے کہ کسی چیز کو تراشیے۔ اس اجتہاد کی قینچی ہمارے چابکدست دوستوں کے ہاتھ آ گئی تو بے کار نہ بیٹھا گیا۔ یورپ کے علم و عمل کے سرشتوں پر تو کیا چلتی کہ وہیں کے کارخانے میں بنی ہوئی تھی۔ بس اپنے یہاں کی جو چیز سامنے آ گئی وہی بلا تامل آلۂ مشق بنی۔ پھر اس کی روانی بے پناہ اور اس کی کاٹ بے روک تھی۔ سب سے

(۱) شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر، ص ۱۶۳

Marfat.com

پہلے مشرقی علوم وفنون، تہذیب وتمدن اور اخلاق وادبِ قومی سے اس کی آزمائش شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں سیکڑوں برسوں کے صفحات و اوراقِ قدیمہ پُرزے پُرزے تھے"۔ پھر غریب مذہب کی باری آئی۔ یہ کپڑا دبیز تھا۔ اس لیے مقراضِ اجتہاد کی روانی بھی زیادہ تیز اور شدید تھی۔ پھر اس کا بھی وہی حشر ہوا، جو پہلی آزمائش کا ہو چکا تھا اور جو کچھ باقی رہ گیا، نہیں معلوم اور کتنی گھڑیوں کا مہمان ہے۔" (۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"میں جو نئے تعلیم یافتہ حضرات کا ہمیشہ شاکی رہتا ہوں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی ہر گزشتہ خوبی کو ان سے دور پاتا ہوں۔ اور ان کی جگہ کوئی نئی خوبی مجھے نظر نہیں آتی۔ ہماری گزشتہ مشرقی معاشرت، اوضاع و اطوار، اخلاق وعادات، طریق بود وماند یہ سب کے سب انہوں نے ضائع کر دیے۔ اخلاق وتمدن کے بعد مذہب کا نمبر آیا۔ اور جدید تعلیم و تہذیب کے مندر پر مذہب کی قربانی بھی چڑھائی گئی۔ خیر مضائقہ نہیں۔ خرید وفروخت کا معاملہ اور متاعِ بے بہا ہاتھ آتی ہو تو دل و جان تک کو اس کی قیمت میں لگا دیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ سب کچھ دے کر وہ کون سی چیز ہے جو ہاتھ آئی؟ علم؟ نہیں۔ اخلاق؟ نہیں۔ تہذیب ومعاشرت؟ نہیں۔ ایک پوری انگریزی زندگی؟ نہیں۔ ایک اچھی مخلوط معاشرت؟ یہ بھی نہیں۔ پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ جیب اور ہاتھ دونوں خالی ہیں۔" (۲)

تقابل ادیان کا درست طریقہ

اپنے عقائد ونظریات پر مکمل عبور حاصل کیے بغیر دوسرے عقائد ونظریات پر مطالعہ کرنا (تقابل ادیان) اور غیر مسلم علماء و مبلغین سے بات کرنا علمی وفکری پریشانیوں کا باعث بن سکتا ہے اور اپنے عقیدے و ایمان کے ساتھ جذباتی تعلق نہ ہوتو انسان کو ایمان سے محروم ہوتے دیر

(۱) ایضاً، ص ۲۵۷-۲۵۹

(۲) ایضاً، ص ۲۵۷-۲۵۹

Marfat.com

نہیں لگتی۔ اسی لیے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عقل مند آدمی پہلے حق کی معرفت حاصل کرتا ہے پھر کسی کی بات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر وہ حق ہوتا ہے تو اس کو تسلیم کر لیتا ہے خواہ اس کے کہنے والا مسلمان ہو یا کسی دوسرے مذہب کا پیروکار۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سونے کے ساتھ مٹی ملی رہتی ہے اور صراف کے لیے کوئی خطرے کی بات نہیں کیونکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر مٹی اور سونے کو علیحدہ کر لیتا ہے مگر سادہ لوح عوام (اور ان جیسے علماء و مبلغین کو بھی) ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کامل پیراک کے سوا بے وقوف آدمی کو ساحلِ سمندر میں پیراکی سے منع کرنا چاہیے، لڑکے کو سانپ چھونے سے منع کرنا چاہیے نہ کہ ماہر سپیرے کو۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''میرے نزدیک کثرت ایسے نادان لوگوں کی ہے جو (بزعم خود) اپنے آپ کو عقل مند و ماہر گردانتے ہیں (اور سمجھتے ہیں) کہ حق و باطل کی تمیز میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ ایسے افراد پر بند کر دیا جائے جب تک وہ پہلے اپنے ایمان وعقیدہ پر مکمل عبور حاصل نہ کر لیں۔'' (۱)

علم چور محققین

علم و تحقیق میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو اپنی تحقیق و علم کی بنیاد خود اپنی محنت پر رکھتے ہیں. روزانہ کتب کا مطالعہ کتب خانوں کی خاک چھاننا اور حوالہ جات کی درستگی کے لئے میلوں کا سفر اگر پیدل بھی کرنا پڑے تو ان کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ ایسے لوگ فطرتاً شیر ہوتے ہیں۔ علمی مواد کی چوری ان کی فطرت میں نہیں ہوتی۔

امام ابن مقریؒ فنِ حدیث کے بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ ان کے متعلق ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ذکر ہے کہ آپ کو ایک کتاب سے حوالہ نقل کرنے کے لیے ۷۰ دن کا سفر پیدل کرنا پڑا اور وہ کتاب اس حالت میں تھی کہ اگر وہ کتاب کسی نان بائی کو دے کر ایک روٹی بھی خریدنا چاہتے تو شاید وہ اس پر بھی تیار نہ ہو۔

---

(۱) امام غزالی، المنقد من الضلال، ص ۳۰، بترجمہ: تلاشِ حق از خالق، حسن قادری، مطبوعہ ۱۹۷۱ء، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور

Marfat.com

اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی سوانح حیات میں درج ایک واقعہ تحقیق و تصنیف میں دیانت اور احساسِ ذمہ داری کے تصور کو بخوبی واضح کرتا ہے۔ ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' نامی کتاب لکھتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ غزوہ احد مدینہ شہر کے سامنے کے بجائے پیچھے کیوں ہوئی؟ اس سوال کے آتے ہی انہوں نے لکھنا بند کر دیا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ جنگ اسی میدان میں ہوئی ہے اور اسی نام سے موسوم ہے۔ جبل احد بھی اسی جگہ موجود ہے۔

بیس برس بعد جب انہیں حج کی ادائیگی کے لئے سرزمین حجاز جانے کا موقع ملا تو انہوں نے مدینہ منورہ کے سارے کتب خانے چھان مارے اور وہاں رہنے والوں سے پوچھ گچھ کی، لیکن اپنے سوال کا تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ وہ اطراف میں رہنے والے بدوؤں سے بھی جا کر ملے کہ اُن کی پشت میں کوئی ایسا ہو جس کی آبا و اجداد نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور اسے محفوظ رکھ لیا ہو، مگر انہیں وہاں بھی مایوسی ہوئی۔

ان کے کہنے کے مطابق مدینہ منورہ کے کتب خانے سے ایک چھوٹی سی کتاب ملی جس نے ذہن کی تشفی کر دی۔ اس کتاب میں لکھا تھا کہ جب کفار مکہ جنگ کرنے نکلے تو ان کے پاس تیز رفتار سواریاں تھیں، جن میں اونٹ اور گھوڑے شامل تھے۔ انہوں نے طے کیا کہ سیدھے مدینہ جانے کے بجائے پھیل کر چاروں طرف سے مدینہ کی پشت پر غفلت میں حملہ کر دیا جائے۔

یہ پڑھ کر ڈاکٹر صاحب کو تسلی ہوگئی اور انہوں نے حیدرِ آباد لوٹنے کے بعد اس کتاب کو مکمل کیا جو بیس برس سے نامکمل پڑی تھی۔

امام ابن مقری کا محض ایک حوالہ کی درستگی کے لیے ۷۰ دن کا سفر پیدل طے کرنا، اور ایک حوالے کی تصدیق تک کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ کا کتاب کے مسودہ کو بیس سال تک نامکمل رکھنا، یہ سوچ اور کردار ہمارے نام نہاد خادمین علم و ادب کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ہمارے غیرت مند بزرگ علمی دیانت کو برقرار رکھنے کے لیے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے اکثر آج غلط حوالوں سے دوسروں کی عزتوں کو اچھال کر علم و ادب کی دنیا میں عظیم

Marfat.com

''انقلاب'' برپا کر رہے ہیں۔

زندگی میں ہر اچھی چیز کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔ کبھی مال و زر کی شکل میں تو کبھی وقت کی شکل میں، مگر بغیر قیمت ادا کیے اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ قانونِ فطرت ہے۔

حتیٰ کہ بھیک مانگنے کے لیے بھی قیمت (وقت کی شکل میں) ادا کرنی پڑتی ہے۔ چلچلاتی دُھوپ میں دربدر صدا لگائی جائے تو تب کہیں جا کر ایک دو روپے ملتے ہیں اور ہم ہیں کہ گھر کے ائیر کنڈیشن ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر اخبارات کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو ''باخبر'' سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لائبریری اگر گھر سے چند قدم دور ہو تو محض اس لیے نہیں جاتے کہ کہیں پسینے سے قمیض خراب نہ ہو جائے۔ اس پر ستم یہ ہے کہ دوران گفتگو تاریخ کے جلیل القدر علماء پر تنقید اپنا بنیادی انسانی حق سمجھتے ہیں۔

اسکے برعکس دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کے نظریات اور علمی تحقیق چرانے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہیں. یہ لوگ دوسروں کا علمی مواد چرانے کے ساتھ ساتھ'' تعلقاتِ عامہ'' (PR) کے بھی ماہر ہوتے ہیں۔ اگر انہیں تحقیق کے صحیح معنی میں توفیق نصیب ہوتی تو شاید کئی دنوں تک کسی سے ملاقات کا وقت بھی نہ نکال پائیں۔

مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خطیب تبریزی کو ابو منصور ازہری کی کتاب ''التہذیب'' جو علم قواعد و زبان پر پتلی جلدوں میں تھی کہیں سے مل گئی۔ خطیب تبریزی نے ارادہ کیا کہ اس کتاب کے مندرجات کو کسی ماہر زبان سے تحقیقی طور پر سمجھیں۔ لوگوں نے اس سلسلے میں ''معری'' کا نام پیش کیا اور یہ کتاب کو تھیلے میں لے کر اُسے بغل میں لٹکاتے ہوئے تبریز سے ''معرہ'' کی جانب چل پڑے۔ خطیب تبریزی کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ سواری کا انتظام کر سکتے۔ اس لیے دھوپ میں پیدل چلنے سے پسینہ آیا اور اس کا اثر تھیلے اور کتاب تک پہنچا اور کتاب پسینہ سے تر ہو گئی۔ اب اگر کوئی اس کتاب کو دیکھتا اور اسے صحیح صورت حال کا پتہ نہ ہوتا تو وہ یہی خیال کرتا کہ شاید پانی میں بھیگ گئی ہے حالانکہ اس پر صرف خطیب تبریزی کا پسینہ تھا۔

Marfat.com

موسم گرما میں (اور وہ بھی پاکستان کا نہیں بلکہ عرب کی سرزمین کا) ایک کتاب کے مندرجات کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے حالت غربت میں لمبا پیدل سفر اختیار کرنا ہمارے ملک کے اس ''علم دوست'' طبقے کے بس کی بات نہیں، یہاں تو رویے ایسے ہیں کہ جیسے ہر کوئی ''ساری سمجھ'' اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ دوسروں سے حصولِ علم کی غرض سے گفتگو اپنی بزرگی، شہرت اور عزت نفس کے خلاف سمجھی جاتی ہے۔

یہ خصلت بھی ان لوگوں کی فطرت میں شامل ہوتی ہے کہ بااثر حلقوں سے حقیقی اہل علم لوگوں کو کس طرح ''پرے'' رکھا جائے تا کہ ان کی اپنی عظمت کا بھانڈا نہ پھوٹے اور ان کی اپنی ''علمی ساکھ'' متاثر نہ ہو. پیر نصیرالدین نصیر نے ان لوگوں کے متعلق کیا خوب فرمایا:

موجودہ فضیلت بھی کوئی ہے کہ نہیں
تعلیم سے نسبت بھی کوئی ہے کہ نہیں
پوشاک تو قیمتی پہن لی تو نے
اپنی تیری قیمت بھی کوئی ہے کہ نہیں؟

خود ساختہ مجتہدینِ و مصلحین

آج کل پاکستانی معاشرے میں ایسے مسیحی اور مسلم مجتہدین و مصلحین بکثرت پائے جاتے ہیں جن کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ اپنے مذہب کے اچھے پہلوؤں اور تاریخی کارناموں کو یکسر فراموش کر کے ماضی میں ساری خامیاں اور خرابیاں تلاش کرتے ہیں اور پھر اپنے خیالات ونظریات کو مسائل کے حل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان سے پہلے جتنے بھی آئے سب (معاذاللہ) نکمے اور ناکام رہے اور اللہ نے صرف ان کو عقل بخشی ہے کہ امت مسلمہ کا مقدر سنوار سکیں۔

کیا اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ اور مسیحیت کی دوہزار سالہ تاریخ میں صرف برائیاں اور خامیاں ہی موجود ہیں؟ کیا دونوں مذاہب کی تاریخ میں انسان کی فلاح وبہبود کے لئے کئے گئے

Marfat.com

کارناموں کا کوئی وجود نہیں؟ ہمیں ایسے خودساختہ مصلحین اور مجتہدین سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اصلاح کی کوئی بھی کوشش اسوقت تک مخلص ثابت نہیں ہوگی جب تک ہم اپنے ماضی کی کوتاہیوں اور لغزشوں کے ساتھ عظیم الشان کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے بھی نہ شرمائیں۔ ''ماضی میں بہت بُرا ہوا اور میرے پاس اچھے مستقبل کی ضمانت موجود ہے''۔ ایسی تحقیق کونسے منطقی اصول کے تحت وجود میں آئی ہے اور اس کا موجد کون ہے؟

کیا ہم اپنی تواریخ کے ذمہ دار ہیں؟

ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی ہوگی کہ آج جو تاریخ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں یہ خدا کی یا مذہب کی تاریخ نہیں بلکہ انسان کی تاریخ ہے اور انسان خواہ اس کا تعلق کسی بھی عقیدہ یا معاشرے سے ہو غلطی و خطا کا پتلا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. (۱)

''تمام بنی آدم خطا کار ہیں، اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔''

مسیحی مسلم تواریخ میں پائے جانے والے چند برے لوگوں کی بداعمالی اور مذہب کے نام پر ناحق قتل وغارت کے نہ تو آج مسلمان ذمہ دار ہیں اور نہ ہی اس کے لیے جواب دہ۔ البتہ ہم اس بات کے ضرور ذمہ دار ہیں کہ ہم اپنے اپنے مذہب کی تاریخ کو معاشرے میں امن و محبت پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں یا اس کی بنیاد پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کو ہوا دیتے ہیں۔

بعض اوقات تو یہ خود ساختہ مجتہدین و مصلحین اسلامی عقائد کی صحیح تعبیر سے ناآشنا ہونے کے باعث بعض اوقات ایسی تجویز پیش کرتے ہیں کہ مکالمہ بین المذاہب کے عمل کو بری طرح جھنجھوڑ کر معاشرے میں فتنہ اور فساد کا باعث بناتے ہیں اور یوں دوسرے مخلص لوگوں کے

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القيامة و الرقائق والورع، ج ۴، ص ۶۵۹، الرقم: ۲۴۹۹

Marfat.com

کئے ہوئے کام پر بھی پانی پھیر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک صاحب کے خیال کے مطابق مکہ شریف اور مدینہ طیبہ میں غیر مسلموں کے داخلے پر سے پابندی ہٹائی جائے اور ان شہروں میں ''مکالمہ بین المذاہب'' کے سیمینار کا اہتمام کیا جائے۔ ایسے اختلافی مسائل پر مکالمہ کا آغاز کر کے مکالمہ کے عمل کا صرف بیڑا غرق ہی کیا جا سکتا ہے جسے بعدازاں بآسانی میڈیا کی مدد سے مسلمانوں کی تنگ نظری اور جاہلیت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل مغربی میڈیا میں عام رواج ہے۔

یا پھر یہ کہیں گے کہ جناب قرآن مجید کی صحیح تعبیر وتشریح آج تک نہیں ہوسکی اور ہمارے مفسرین تنگ نظر اور تعصب پسند ت ہیں لہذا ضروری ہے کہ مکالمہ بین المذاہب کے فروغ کیلئے اور امت مسلمہ کو اپنے اعلیٰ اخلاق کو ثابت کرنے کا ایک موقع فراہم کرتے ہوئے قرآن مجید کی ایسی نئی تعبیر وتشریح کی جائے کہ جس سے مکہ اور مدینہ شریف میں غیر مسلموں کو داخلے کی اجازت مل جائے. اور اس نئی تعبیر وتشریع سے انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت میسر آسکے اور جس کے زیر سایہ مکہ اور مدینہ شریف میں مسیحی مشنریوں کا داخلہ جائز اور تبلیغ مسیحیت آسان ہو سکے۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ○)

Marfat.com

حرفِ آخر

بمساس مبارک قدمک رو زمینه

بالارض لم یکن مسه جاز التیمم

اگر آپ ﷺ کے قدمین مبارک نے زمین کو نہ چھوا ہوتا

تو زمین کی مٹی سے تیمم جائز نہ ہوتا

Marfat.com

Marfat.com

سیرت النبی ﷺ کے کسی بھی پہلو پر کام انسان پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہے۔ اللہ جب کسی پر نظر کرم کرتا ہے تو اُسے اپنے محبوب ﷺ اور اُس کے دین کی خدمت کی توفیق بخش دیتا ہے۔ وہ (اللہ) جب بخشنے پر آئے تو پھر خود ہی اپنے محبوب ﷺ کی خدمت کے لیے چُنتا ہے۔ خود ہی کتاب کے مندرجات عنایت کرتا ہے، خود ہی لفظوں کا چناؤ کرواتا ہے، خود ہی جملوں کی ترتیب سنوارتا ہے، خود ہی قلم اور زبان میں تاثیر اور برکت پیدا فرماتا ہے۔ ساری محبتوں اور کوششوں کے پیچھے وہی (اللہ کی) ذات ہے۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان اور آپ کی ذاتِ مبارکہ سے عشق نصیب کے معاملات ہیں۔ بقول واصف علی واصف کہ شیخ سعدی تین دن تک یہ مصرعہ لے کر پھرتے رہے:

بلغ العلیٰ بکماله

کشف الدجیٰ بجماله

حسنت جمیع خصاله

اس سے آگے کوئی مصرعہ نہیں آتا تھا۔ وہ روتے رہے اور پھرتے رہے۔ پھر آپ کو حضور پاک کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگے لکھو:

صلو علیه وآله

یہ محبت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہ عطا ہوتی ہے۔ اگر اللہ مہربان ہو جائے تو حضور پاک کی محبت مل جاتی ہے اور حضور پاک ﷺ کی مہربانی ہو جائے تو عبادت ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ زمین سے اللہ کی طرف پیغام جاتا ہے لا الہ الا اللہ اور اُوپر سے آواز آتی ہے محمد رسول

Marfat.com

اللہ۔۔توحید صرف اُس کو سمجھ میں آئے گی جس کو بات رسالت کی سمجھ میں آئے گی۔

(ذکرِ حبیب، صفحہ ۱۳۲)

قرآنی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ بات عقیدہ کی ہو یا عمل کی، جب تک اُس کی تصدیق بارگاہِ نبوی سے نہیں ہوگی وہ شریعتِ اسلامیہ کا حصہ نہیں بنے گا، مثلاً وحدتِ الٰہی جب تک زبانِ نبوی سے بیان نہیں ہوگی وہ توحید الٰہی میں نہیں بدلے گی۔ وحدتِ الٰہی تو دوسرے اَدیان کے پیروکار بھی مانتے ہیں، توحید تب بنے گی جب اُس کا ماننا صرف بارگاہِ نبوی کے ذریعے ہوگا۔ اللہ کو ایک تو سب مانتے ہیں مگر جاننا صرف بارگاہِ مصطفوی سے ہی ممکن ہے۔ لا اِلٰہ الّااللہ تو دیگر مذاہب میں بھی ہے محمد رسول اللہ ﷺ اسلام کے سوا کہیں اور موجود نہیں۔ اسی لیے حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ ﴿وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاس﴾ یعنی کفر اور ایمان کے درمیان محمد رسول اللہ ﷺ فرق ہیں۔ سارے کا سارا اِسلام ذاتِ نبوی سے منسلک ہے، ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں ہی حقیقی اِسلام ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اسلام کے نام پر ساری محبتیں بارگاہ نبوی ﷺ تک جا پہنچتی ہیں۔ اللہ کی محبت کا راستہ بھی محبت رسول ﷺ سے ہو کر جاتا ہے۔

اِس لیے اِس گناہ گار پر یہ سراسر اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت ﷺ کے دفاع میں اِس کتاب کا لکھنا میرے نصیب میں آیا وگرنہ مجھ سے بھی بہتر قابلیت رکھنے والے لوگ اِس اُمت میں موجود ہیں ﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾ اور آپ کے رب کی عطا (کسی کے لیے) ممنوع اور بند نہیں ہے [بنی اسرائیل ۱۷:۲۰]

آخر میں یہ بات بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ مکالمہ بین المذاہب سے مراد قرآن و سنت کی روشنی میں تو یہ ہے کہ زندگی میں ایک دوسرے کے دُکھ درد بانٹے جائیں، مصیبت اور پریشانی میں ایک دوسرے کے کام آیا جائے (اِس کے لیے تفصیلاً ہماری دوسری تصنیف ''اِسلام مسیحیت اور مکالمہ محبت'' دیکھی جا سکتی ہے)۔ مگر ایک دوسرے کو خوش اور مطمئن کرنے کے لیے مکالمہ بین المذاہب کے نام پر عقائد اسلامیہ میں تحریفِ معنوی کرنا کونسی خدمتِ انسانیت ہے؟ مکالمہ کے نام پر نبوت و رسالت محمدی کی ایمانی اہمیت کو اسلام سے خارج کر کے کونسا دُکھ درد بانٹا جا رہا ہے؟

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں مسلم مسیحی مناظراتی لٹریچر سے واقفیت رکھنے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ رسالت محمدی پر یہ مشنری حملے کوئی نئی بات نہیں۔ نیت پُرانی ہے، طریقہ واردات نیا ہے۔ پہلے ''علمی اعتراضات'' کے نام پر سرعام مناظروں میں یہ حملے ہوتے تھے۔ آج کل ''مکالمہ بین المذاہب'' کے نام پر اب یہ حملے ہو رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک اِن ساری کوششوں کا ایک ہی انجام ہوگا: ﴿يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُورَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَo﴾ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ (یہ بات) قبول نہیں فرماتا مگر یہ (چاہتا ہے) کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے اگرچہ کفار (اسے) ناپسند ہی کریںo [توبہ، ۹:۳۲]۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کا مقام و مرتبہ پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، آپ ﷺ کی محبت سے نوازے، دین اسلام پر خاتمہ فرمائے اور انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گناہ گار

نعیم مشتاق

اپریل 2015، لاہور

nmushtaq786@gmail.com

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کی دیگر کتب

۱۔محمد رسول اللہ ﷺ اور مکالمہ بین المذاہب۔

۲۔اسلام مسیحیت اور مکالمہ محبت۔

۳۔نغمہ رومی: حیات و تعلیماتِ رومیؒ۔

۴۔روح اللہ و کلمۃ اللہ: ہم مسلمان حضرت عیسیٰ کو روح اللہ و کلمۃ اللہ کیوں کہتے ہیں۔

۵۔انجیل برنباس: ایک علمی و تحقیقی جائزہ۔

۶۔عقیدہ تحریف بائبل، قرآنِ مجید اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔

۷۔قرآن مجید اور بائبل مقدس کے تراجم میں بنیادی فرق۔

۸۔مسیحی مشنریوں کے علمی ونفسیاتی حربوں کا مقابلہ کس طرح کریں۔

۹۔مطالعہ اسلام و مسیحیت پر ماہر بننے کا طریقہ۔

۱۰۔قانون توہین رسالت: بائبل اور مغربی تاریخ کی روشنی میں۔

۱۱۔مقام عقل: یہودیت، مسیحیت اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔

۱۲۔شریعت الٰہی یا فضل الٰہی۔

۱۳۔ہمارے اسلام کی علم دوستی اور شان خوداری۔

۱۴۔صلیبی جنگیں اور مسیحی مسلم مکالمہ۔

۱۵۔اکیسویں صدی میں دعوت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں۔

Marfat.com

۱۶۔ موروثی گناہ: قرآن مجید اور بائبل مقدس کی روشنی میں۔

۱۷۔ معجزات نبوی ﷺ پر مسیحی اعتراضات کا ایک جائزہ۔

۱۸۔ عصمت انبیاء علیہم السلام از روئے قرآن اور بائبل۔

۱۹۔ اسلام میں توریت، زبور اور انجیل کا تصور۔

۲۰۔ اسلام کا تصورِ جہاد اور مسیحی و مغربی اعتراضات کا جائزہ۔

۲۱۔ عہد نامہ جدید: ایک تعارف۔

۲۲۔ اناجیل اربعہ کی اسلامی تفسیر۔

۲۳۔ بائبل مقدس: ایک تعارف۔

۲۴۔ پاکستان میں تقابلِ ادیان کے نصاب کا علمی و تحقیقی جائزہ۔

Marfat.com